

یعنی

روزانہ یادِ الٰہی اور شخصی ذکر و فکر کے لیے سبقوں کا مجموعہ

THE PARABLES OF JESUS.



مُصنّفہ

پادری ڈبلیو۔ ایم رائبرن ایم۔ اے

پادری جلال الدین بی۔ اے۔

کھرڑ۔ ضلع انبالہ

بار اول　　تعداد ۱۰۰۰　　قیمت ۳؍ بلا محصول ڈاک

یسوع کی تمثیلیں

یعنی

روزانہ یادِ الٰہی اور شخصی ذکر و فکر کے لئے

سبقوں کا مجموعہ

مصنّفہ

پادری ڈبلیو۔ ایم رائبرن ایم۔ اے

و

پادری جلال الدین بی۔ اے

کھرڑ ضلع انبالہ

سنہ ۱۹۳۸ء

بار اول　　تعداد ۱۰۰۰　　قیمت فی جلد ۳ر علاوہ محصول ڈاک

فہرست مضامین

تمہید

مسیح کی تمثیلیں مسیح کی تعلیم کا حصہ ہیں۔ تمثیلیں یا مثالیں مردوں اور عورتوں کو بہت پسند ہیں۔ اور ان پر اثر کرتی ہیں۔ یسوع ایک بہت بڑا اُستاد تھا۔ اور ایک اعلےٰ اُستاد ہمیشہ کہانیاں پسند کرتا اور کہتا ہے۔ مسیح نے عام لوگوں کو خُدا کی سچی باتیں سکھانے اور سمجھانے کے لئے ایسی ایسی باتیں سُنائیں جو زندگی میں ہر روز پیش آتی ہیں۔ اِس طرح مسیح نے تعلیم دی۔ کہ خُدا کے نیکی اور پاکیزگی کے اصول، ہر روز ہر ایک کی زندگی میں استعمال ہو سکتے ہیں۔

مسیح علم الٰہی کے اصولوں کا اُستاد نہ تھا۔ اس نے اپنے تجربے میں خُدا کی سچائیاں یعنی نیکی و پاکیزگی کے قاعدے دیکھے۔ اور پھر لوگوں کو آسان اور ان کی سمجھ کے مطابق طریقوں میں ان کی تعلیم دی۔

مسیح کو لوگوں کی عملی زندگی کا زیادہ فکر تھا۔ وہ چاہتا تھا۔ کہ مرد اور عورتیں خُدا کی طرف دھیان کریں اور مذہب کو زبانی یاد نہ کریں بلکہ ہر روز اپنی اپنی زندگی کے کاموں میں استعمال کریں۔ وہ چاہتا تھا۔ کہ خُدا کو لوگ واقعی جان لیں۔ کہ خُدا ہر ایک کے ساتھ موجود ہے۔ ہر ایک کی سُنتا ہے۔ ہر ایک کو

دیکھتا اور ہر ایک کی مدد کرتا ہے۔ جب ہم یہ نکتہ سمجھ لیں گے۔ تو
بس تمثیلوں کے بھید کی چابی ہمارے ہاتھ میں آ جائیگی۔

یسُوع خُدا کو کوئی ایسا بادشاہ نہیں مانتا تھا جو انسانوں سے
دُور اور اس دُنیا سے کہیں الگ تھلگ ہو۔ بلکہ اس کا علم
و تجربہ یہ ہے کہ خُدا ہر ایک مرد۔ عورت اور بچے کا آسمانی باپ
ہے۔ جو ہر ایک سے واسطہ رکھتا ہے اور چاہتا ہے۔ کہ سب
اعلےٰ قسم کی زندگی بسر کریں۔ سب اس کے پاس جا سکتے ہیں۔
ماں باپ کے پاس جانا اتنا آسان نہیں ہے جتنا خُدا باپ کے
پاس جانا۔ یسُوع مسیح چاہتا تھا۔ کہ لوگ آسمانی باپ کی عزت
کریں۔ دلوں میں اسے جگہ دیں۔ اس پر ایمان رکھیں۔ اس
کو ہر وقت نزدیک جانیں۔ اور اس کی مرضی پر چلیں۔ یسُوع
نے انہیں باتوں کی تعلیم اپنی تمثیلوں میں دی ہے۔

بعض اوقات لوگ تمثیلوں کی طرح طرح کی تاویلیں کرتے
ہیں۔ اور ان سے مسیحی دین کے اصُول ثابت کرتے ہیں۔ تمثیلوں
کو استعارے و اشارے سمجھتے ہیں۔ اور تمثیل کے ہر ایک حصے
کی تاویل و تشریح کرتے ہیں۔ مگر اس طرح ان سچائیوں کی
جن کی ان تمثیلوں میں تعلیم دی گئی ہے سمجھ نہیں آ سکتی۔ ان
کو سمجھنے کے واسطے بچوں کی طرح خُدا کے سامنے حاضر ہونا ضروری
ہے۔ یہ سادہ کہانیاں ہیں۔ چاتر لوگ ان کے معنی نہیں سمجھ
سکتے۔ ان میں مسیح نے دین کے اصُولوں کی تعلیم نہیں دی۔ ان میں
مسیح نے سیدھے اور سادہ الفاظ میں خُدا کے بارے میں۔ خُدا کی

مرضی کے بارے میں اور ایمانداروں کے باہمی سلوک کے بارے میں
تعلیم دی ہے۔ ہر ایک تمثیل میں ایک ایک سچائی کی تعلیم دی گئی
ہے۔ ہمیں ان تمثیلوں کے مطالعہ میں اسی ایک سچائی کی تلاش کرنا
چاہیئے۔ کسی تمثیل کی تفصیل اس تعلیم پر جو تمثیل میں دی گئی ہے
اثر نہیں ڈالتی۔ یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ کسی ایک تمثیل میں مسیح
نے کل سچائی کی تعلیم دینے کی کوشش نہیں کی۔ ہر ایک میں
جُدا جُدا سبق ہیں۔ انہیں سبقوں سے ہم فائدہ اُٹھا سکتے۔ اور
خُدا کی بادشاہت قائم کر سکتے ہیں۔

ہمیں یہ بھی نہیں بھُولنا چاہیئے۔ کہ تمام تمثیلیں جُدا جُدا
مقاموں پر جُدا جُدا جماعتوں کے سامنے اور خاص خاص حالات
میں کہی گئی تھیں۔ تمثیلوں کو سمجھنے کے لئے ان باتوں کا خیال
رکھنا بہت ضروری ہے۔ اگر ہم اس طرح ان تمثیلوں کا مطالعہ
کرینگے تو ہم آسانی سے سمجھ سکیں گے کہ یسُوع نے یہ تمثیلیں
کیوں کہیں۔ نیز ہم زندگی کے ان معاملات کو بھی بخُوبی سمجھ سکتے
ہیں جن کے متعلق مسیح نے ان تمثیلوں میں تعلیم دی ہے۔ اور
ان سے ہماری زندگی کی راہنمائی ہوگی۔

خُدا کے بارے میں تمثیلیں

(۱) مُسرف بیٹے کی تمثیل

لُوقا ۱۵: ۱۱-۳۲

۞ پھر اُس نے کہا کہ کسی شخص کے دو بیٹے تھے ۞ اُن میں سے چھوٹے نے باپ سے کہا کہ اے باپ ۔ مال کا جو حصّہ مُجھ کو پہنچتا ہے مُجھے دے ۔ اُس نے اپنا مال متاع اُنہیں بانٹ دیا ۞ اور بہت دِن نہ گزرے کہ چھوٹا بیٹا اپنا سب کُچھ جمع کرکے دُور دراز مُلک کو روانہ ہُوا ۔ اور وہاں اپنا مال بدچلنی میں اُڑا دیا ۞ اور جب سب خرچ کر چُکا تو اُس مُلک میں سخت کال پڑا ۔ اور وہ مُحتاج ہونے لگا ۞ پھر اُس مُلک کے ایک باشندے کے ہاں جا پڑا ۔ اُس نے اُس کو اپنے کھیتوں میں سُور چرانے بھیجا ۞ اور اُسے آرزو تھی کہ جو پھلیاں سُور کھاتے تھے اُنہیں سے اپنا پیٹ بھرے ۔ مگر کوئی اُسے نہ دیتا تھا ۞ پھر اُس نے ہوش میں آکر کہا کہ میرے باپ کے کتنے ہی مزدوروں کو روٹی افراط سے مِلتی ہے ۔ اور میں یہاں بھوکا مر رہا ہُوں! ۞ میں اُٹھ کر اپنے باپ کے پاس جاؤنگا اور اُس سے کہونگا کہ اے باپ ۔ میں آسمان کا اور تیری نظر

میں گنہگار ہُوا ۞ اب اس لائق نہیں رہا کہ پھر تیرا بیٹا کہلاؤں ۔ مجھے اپنے مزدوروں جیسا کرلے ۞ پس وہ اُٹھ کر اپنے باپ کے پاس چلا ۔ وہ ابھی دُور ہی تھا کہ اُسے دیکھکر اُس کے باپ کو ترس آیا اور دوڑ کر اُس کو گلے لگا لیا اور بوسے لئے ۞ بیٹے نے اُس سے کہا کہ اے باپ میں آسمان کا اور تیری نظر میں گنہگار ہُوا ۔ اب اس لائق نہیں رہا کہ پھر تیرا بیٹا کہلاؤں ۞ باپ نے اپنے نوکروں سے کہا کہ اچھے سے اچھا جامہ جلد نکال کر اُسے پہناؤ ۔ اور اُس کے ہاتھ میں انگوٹھی اور پاؤں میں جوتی پہناؤ ۞ اور پلے ہُوئے بچھڑے کو لاکر ذبح کرو تاکہ ہم کھا کر خوشی منائیں ۞ کیونکہ میرا یہ بیٹا مُردہ تھا ۔ اب زندہ ہُوا ۔ کھویا ہُوا تھا ۔ اب مِلا ہے ۔ پس وہ خوشی منانے لگے ۞ لیکن اُس کا بڑا بیٹا کھیت میں تھا ۔ جب وہ آکر گھر کے نزدیک پہنچا تو گانے بجانے اور ناچنے کی آواز سُنی ۞ اور ایک نوکر کو بُلا کر دریافت کرنے لگا کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ ۞ اُس نے اُس سے کہا تیرا بھائی آگیا ہے اور تیرے باپ نے پلا ہُوا بچھڑا ذبح کرایا ہے ۔ اس لئے کہ اُسے بھلا چنگا پایا ۞ وہ غُصّے ہُوا اور اندر جانا نہ چاہا ۔ مگر اُس کا باپ باہر جا کے اُسے منانے لگا ۞ اُس نے اپنے باپ سے جواب میں کہا کہ دیکھ ۔ اتنے برس سے میں تیری خدمت کرتا ہُوں اور کبھی تیری حکم عدولی نہیں کی ۔ مگر مجھے تُو نے کبھی ایک بکری کا بچہ بھی نہ دیا کہ اپنے دوستوں کے ساتھ خوشی مناتا ۞ لیکن جب تیرا

یہ بیٹا آیا جس نے تیرا مال متاع کسبیوں میں اُڑا دیا۔ تو اُس کے
لئے تُو نے پلا ہُوا بچھڑا ذبح کرایا۔ اُس نے اُس سے کہا بیٹا
تُو تو ہمیشہ میرے پاس ہے۔ اور جو کچھ میرا ہے وُہ تیرا ہی ہے۔
لیکن خوشی منانی اور شادمان ہونا مناسب تھا۔ کیونکہ تیرا یہ بھائی
مُردہ تھا۔ اب زندہ ہُوا۔ کھویا ہُوا تھا۔ اب مِلا ہے۔

اس تمثیل میں مسیح خُدا باپ کے بارے میں ایک بڑی سچائی کی تعلیم
دیتا ہے۔ وُہ سچائی یہ ہے کہ خُدا باپ کو ہم سے مُحبّت ہے۔ اور وُہ اس
مُحبّت کے سبب ان کو جنہوں نے گناہ کئے ہیں اور گناہ کے سبب اپنے
تعلقات جو خُدا کے ساتھ تھے توڑ لئے ہیں توبہ کی شرط پر پھر قبُول کرتا ہے
جب ہم اس کی طرف رجُوع کرتے ہیں تو وُہ ہم کو بے تکلفی سے اور خوشی
سے مُعاف کر دیتا ہے۔ گنہگار کے لئے جس نے خُدا سے اور الہٰی خاندان
سے اپنا تعلق توڑ لیا ہے یہی کافی ہے کہ وُہ اپنے گناہ کا اِقرار کرے
اور خدا کی طرف پھرے۔ جب گنہگار صاف نیّت کے ساتھ ایسا کرتا
ہے۔ تو وُہ دیکھ لیتا ہے کہ خُدا باپ واقعی اس کو قبُول کرنے کے لئے
تیار تھا۔ اور اُس کا اِنتظار کر رہا تھا۔ خُدا ہر ایک گنہگار کی توبہ اور
رجُوع کا اِنتظار کرتا ہے۔

مُسرف بیٹے کا قصُور یہ تھا کہ اس میں ایک لالچی طبیعت قائم ہو
رہی تھی۔ خاندان کی طرف سے چھوٹا بیٹا ہونے کے سبب جو فرض اور
ذمّہ داریاں اس پر آ رہی تھیں وُہ ان سے بچتا تھا۔ اس میں وُہ رُوح
یا طبیعت جو لالچ سے خالی مگر مُحبّت سے بھری ہُوئی ہوتی ہے نہیں
تھی۔ یہی سبب ہے کہ وُہ اپنی ذمّہ داریوں اور فرائض سے بچتا تھا

یہی وجہ ہے کہ اس نے خاندان سے تعلق توڑ لیا۔ علیحدگی کی زندگی
بسر کرنے لگا۔ اور مِل جُل کر زندگی گذارنے کی قابلیت ضائع ہو
گئی تھی۔ تمام بدیوں کا یہی نتیجہ ہوتا ہے۔ اور یہ نتیجہ ہمیشہ ان گناہوں
میں ہی ظاہر نہیں ہوتا جو اس نوجوان نے کئے تھے۔

خود غرض طبیعت جو یہ کہتی ہے کہ "لا مال کا میرا حصّہ مجھے
دے" خُدا کے خاندان کو تباہ کرتی ہے۔ خاندانی یگانگت مسیحی مذہب کی
جان ہے۔ خُدا سے تعلق توڑنا اور ایمانداروں کی جماعت یا خاندان سے
الگ ہو جانا سب سے بڑا گناہ ہے۔ تمام شخصی گناہوں۔ جماعتی قصُوروں
اور قومی بدیوں کی تہ میں یہی خود غرضی کی طبیعت ہے۔ ایسی طبیعت والا
آدمی ہمیشہ مُسرف بیٹے کی طرح ضد اور بغاوت کی زندگی بسر نہیں کرتا
بلکہ جماعت میں رہ کر بھی اپنی طبیعت سے نقصان پہنچاتا رہتا ہے۔
خاندانی میل ملاپ اور یگانگت کی طبیعت کا نہ ہونا انسان کو مُسرف
بناتا ہے۔

دُور مُلک میں آخر کار مُسرف جوان کو معلوم ہُوا۔ کہ یہ اپنے
گھر اور خاندانی یگانگت سے علیحدگی کا نتیجہ ہے کہ دل کی شانتی، خوشی
اور اِطمینان جاتے رہے ہیں۔

اس کو یہ بھی معلوم ہو گیا۔ کہ صرف خاندانی مُحبّت سے ہی کھوئی
ہُوئی چیز ملے گی۔ اس کو پختہ خیال ہو گیا۔ کہ باپ کے ساتھ پھر میل
کرنے کے لئے اگر نوکری اور غلامی بھی کرنی پڑے تو انکار نہیں کرنا
چاہیئے۔ اس نے ایسا ہی کیا۔ اور یوں باپ کے گھر کی طرف اس
کا راستہ شروع ہُوا۔

دُوسری طرف ہم بوڑھے باپ کی اُداسی اور غم دیکھتے ہیں۔ جو کئی
دِنوں سے لگاتار بیٹے کی جُدائی میں تڑپ رہا اور اس کی واپسی کا
انتظار کر رہا تھا۔ جن لوگوں نے جان بُوجھ کر خُدا کے خاندان سے
علیحدگی اختیار کر رکھی ہے خُدا ان کے واسطے غم کرتا ہے؛

جب باپ نے مُسرف جوان کو اپنے گھر میں واپس لیا۔ تو باپ
کا دِل خوشی سے بھرا ہُوا تھا اور اُچھل رہا تھا۔ اسی طرح جب خُدا
دیکھتا ہے کہ کوئی گنہگار واپس آ رہا ہے۔ اور باپ اور بیٹے کا رِشتہ
جو بگڑ گیا تھا اب پھر بن رہا ہے۔ تو اس کا دِل خوشی سے بھر جاتا ہے
بیٹے کی واپسی کا یہ مطلب ہے کہ بیٹے کو یقین ہو گیا۔ کہ اگر وُہ باپ کے
گھر میں خاندان کے ساتھ اور خاندان کے واسطے زندگی گزاریگا تو حقیقی
زندگی بسر کریگا۔ ایسی حالت کے واسطے ہی مسیح نے کہا ہے۔ کہ آسمان
پر خُدا کے فرشتے خوشی مناتے ہیں؛

واپس آ کر مُسرف جوان کی باپ سے تو صُلح ہو گئی۔ بڑے
بھائی کے ساتھ نہ ہُوئی۔ بڑا بھائی نہ تو باپ سے جُدا ہوتا تھا اور نہ اُس
نے خاندان سے رِشتہ توڑا تھا۔ تو بھی خاندان کے ساتھ اس کی زندگی
یگانگت اور صُلح کی زندگی نہ تھی۔ اس میں باپ کی طرح معاف کرنے
کی صفت نہ تھی۔ اس میں خود غرضی تھی۔ اس میں حسد تھا۔ وُہ اپنے
حقُوق کا بہت خیال کرتا تھا۔ وُہ چھوٹے بھائی کی واپسی پر اور باپ
کی محبّت حاصل کرنے اور جائیداد پانے پر خوش نہیں تھا۔ اس میں
برداشت کی طاقت نہ تھی۔ خاندان کے ساتھ اس کے تعلقات خوشگوار
اور پسندیدہ نہ تھے۔ یہ اس کی طبیعت کا نتیجہ تھا؛

غالباً وُہ چاہتا تھا۔ کہ چھوٹے بھائی کو سزا دی جائے۔ اس نے
یہ نہ دیکھا کہ وُہ تو پہلے ہی کافی سزا بھگت چکا ہے۔ وُہ اپنے آپ
کو راستباز سمجھتا تھا۔ اس کا دِل سخت تھا۔ یہی سبب ہے۔ کہ
توبہ کرنے اور واپس آنے والے جوان کے باپ اور بڑے بھائی کے
سلُوک میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ بڑا بھائی خاندان کی اصل
محبّت سے بالکل خالی تھا؛

اس تمثیل میں بہت لوگوں کے واسطے سبق ہے۔ دُوسروں
کے ساتھ سلُوک کرنے میں ہمیں خبردار رہنا چاہیئے کہ کہیں اس بڑے
بھائی کا سا سلُوک نہ کریں۔ ایسی طبیعت خُدا کی بادشاہت کے
موافق نہیں؛

اکثر ایسا ہوتا ہے۔ کہ جن سے کوئی خطا یا قصُور ہو جاتا ہے
ہم اُنہیں حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ اور اپنے آپ کو ان سے
اعلےٰ سمجھتے ہیں۔ اور یہ چاہتے ہیں کہ اِنصاف کیا جائے۔ قصُوروار
کو سزا دی جائے اور ہمیں اِنعام دیا جائے۔ مگر یہ نہیں خیال کرتے
کہ اگر خُدا عدل کرے تو ہم اس لائق نہیں ہیں کہ اس کے حضور
ٹھیر سکیں اور نجات پا سکیں؛

بعض اوقات ہم خواہ مخواہ یہ سمجھ بیٹھتے ہیں۔ کہ دُوسروں سے
بہتر سلُوک ہوتا ہے۔ اور ہمیں کوئی پُوچھتا بھی نہیں۔ اور ہماری اِتنی
عزّت بھی نہیں ہوتی جو ہمارا حق ہے۔ یقین جانو جب اس قسم کے خیالات
ہمارے دِل میں آتے ہیں تو ہم گویا اپنے آپ کو بڑا بھائی بناتے ہیں۔ ایسے
موقع پر ہم میں خاندانی یگانگت کی رُوح نہیں ہوتی۔ ہم کلیسیا کے ممبر

ہوتے ہُوئے بھی اِس قسم کا رویہ اِختیار کر لیتے ہیں ۔ اور یاد رکھنا چاہیئے
کہ مقدم بات کلیسیا کی شراکت نہیں بلکہ وُہ رُوح اور طبیعت ہے جس
سے ہم کام کرتے ہیں ✦

ہم میں بالکل وُہ طبیعت ہونی چاہیئے جو مسرف جوان کے باپ
میں تھی جو روزمرہ بیٹے کی واپسی کا اِنتظار کرتا تھا ۔ اور جب ایک دن
اُسے واپس آتے دیکھا تو گو وُہ خستہ حالت میں تھا تو بھی بھاگ کر اُس
کا استقبال کیا اور اسے گلے لگا لیا ۔ اور پھر سے خاندان میں شامل
کر کے سب خوشیوں ۔ رشتوں اور جائیداد میں حصّہ دار بنا لیا ✦

مُطالعہ کے لئے :- لوقا ۵ : ۲۹ ۔ ۳۲ ۔

یسُوع مسیح نے کھوئے ہوئے بیٹے کی تمثیل یہ ثابت
کرنے کو اِستعمال کی ۔ کہ اچھوتوں اور رد کئے ہُوؤں کے ساتھ اس کا
سُلوک جائز تھا ۔ فقیہ اور فریسی گلہ شکایت کرتے تھے کہ مسیح ان کے
ساتھ اچھے اور اعلےٰ لوگوں کی طرح کیوں سلوک کرتا ہے ۔ اسی واسطے
مسیح نے یہ تمثیل بیان کی اور دکھایا کہ گنہگاروں اور محصول لینے والوں
کے ساتھ خُدا کا کیا سُلوک ہے ۔ اس نے کہا کہ وُہ بیمار ہیں جن کو
حکیم درکار ہے ۔ اور اگر حکیم بیمار کے پاس اس کے گھر میں نہ جائے تو
وُہ بیمار کے کسی کام کا نہیں ✦

یسعیاہ ۵۵ : ۶ و ۷ ۔

یہاں نبی تعلیم دیتا ہے ۔ کہ خُدا رحیم اور معاف کرنے والا ہے
یہودی کہتے تھے کہ خُدا غضب اور غُصے والا ہے جس کو خوش کرنے

کے واسطے کچھ نہ کچھ ضرور کرنا پڑتا ہے ۔ مگر نبی بتاتا ہے ۔ کہ خُدا کس
قدر بلند ہے ۔ کھوئے ہُوئے بیٹے کی تمثیل میں مسیح نے خُدا کی نسبت
یہی بات ثابت کی ہے ۔ اس نے دکھایا ہے ۔ کہ ہماری بدیوں کی سزا
تو ہم کو مِل ہی جاتی ہے ۔ تو بھی ہم خُدا کے خاندان میں واپس آ
جاتے ہیں ✦

۱ کرنتھیوں ۱۳ : ۴ ۔ ۸

جس طرح مُسرف بیٹے کی تمثیل میں دکھایا گیا ہے ۔ صرف وہی
خُدا ایسا سلوک کر سکتا ہے جو سب کو پیار کرنے والا اور سب کو مُعاف
کرنے والا ہو ۔ ان آیتوں میں بہت صفائی کے ساتھ دکھایا گیا ہے ۔ کہ
خُدا ہمارے ساتھ کس قسم کا سُلوک کرتا ہے ۔ ساتویں آیت پر غور کرو ۔ چونکہ
خُدا محبّت ہے ۔ وُہ سب کچھ برداشت کر لیتا ہے ۔ جس طرح تمثیل میں
باپ نے بڑے بیٹے کا طعنہ سہہ لیا ۔ وُہ سب کی اُمید رکھتا ہے ۔ جس
طرح باپ نے بیٹے کی واپسی کی اُمید رکھی ۔ وُہ سب کچھ سہہ لیتا ہے
جس طرح باپ نے خاندان کا ٹوٹنا اور سب قسم کی بے عزّتی سہہ لی ✦

زبور ۱۰۳ : ۱۰ ۔ ۱۴ ۔

یہاں داؤد نے وہی خیال پیش کیا ہے ۔ خُدا باپ ہے ۔ جو
آزمائشوں میں بیٹوں سے ہمدردی رکھتا ہے اور رحم کرتا ہے ۔ وُہ ہمیں
سزا دیکر خوش نہیں ہوتا بلکہ مُعاف کرنے میں اس کی خوشی ہے ۔ وُہ
گنہگار کو اپنے خاندان میں واپس لے لیتا ہے اور اس کی بدیوں کو بالکل
بھول جاتا ہے ✦

مرقس ١: ١٤ - ١٥ -

مسیح نے توبہ پر بہت زور دیا - وہ کہتا ہے کہ دل کی تبدیلی کی ضرورت ہے - جب مسرف بیٹا ہوش میں آیا - تو اس نے محسوس کیا ہوگا - کہ باپ پیار کرتا ہے - ورنہ وہ واپس آنے کی جرأت اور نوکر رہنے کی درخواست ہرگز نہ کرتا - خدا کی محبت کا یقین ہم کو توبہ کی طرف لاتا ہے +

یعقوب ٢: ١٢ - ١٣ -

جس طرح فریسی نے محصول لینے والے پر الزام لگایا - اسی طرح بڑے بیٹے نے چھوٹے بیٹے پر الزام لگایا - اس نے یہ خیال نہ کیا کہ وہ حقیقت میں اپنے آپ پر الزام لگا رہا تھا - اس نے اپنے رویہ سے ثابت کیا کہ اس کو دل کی تبدیلی کی اتنی ہی ضرورت تھی جتنی مسرف کو - جب ہم دوسروں پر الزام لگائیں تو ہم کو یہ بات د رکھنی چاہئے +

غور اور بحث کیلئے سوالات

١ - کیا ہمیں خدا کے ساتھ رفاقت کی ضرورت ہے - اگر ہماری رفاقت ہو جائے تو ہماری زندگی میں کیا تبدیلی ہوگی ؟

٢ - بڑے بھائی میں کیا قصور یا نقص تھا ؟

٣ - مسرف ہونے کا کیا مطلب ہے ؟

دعا :- اے مہربان باپ اپنے پاک روح کی خوبیوں اور برکتوں سے میرا دل بھر دے - مجھے اپنی آواز کی پہچان اور سمجھ عطا کر - میرے دل کو اپنی پاک محبت اور کشش سے بھر دے - کہ میں تیری طرف پھروں -

مجھے توبہ کی توفیق بخش - کہ میں تیرے خاندان میں آسکوں -

اے باپ مجھے تعلیم دے کہ میں ان سے پیار کروں جو مجھے حقیر جانتے ہیں - خود غرضی کو میری زندگی سے دور کر تا کہ میں جان سکوں کہ کس طرح دینا لینے سے مبارک ہے اور خدمت کرنا خدمت کرانے سے بہتر ہے - تا کہ میں تیرا جو کہ اپنا سورج نیکوں اور بدوں دونوں پر چمکاتا ہے بیٹا ٹھہروں - تیرا جلال ہمیشہ تک ہو - مسیح کی خاطر آمین +

۲- کھوئی ہُوئی بھیڑ

کھویا ہُوا دینار

لُوقا ۱۵: ۳-۱۰

۳ اُس نے اُن سے یہ تمثیل کہی کہ ۴ تم میں اَیسا کون آدمی ہے جس کے پاس سَو بھیڑیں ہوں اور اُن میں سے ایک کھوئی جائے تو ننانوے کو بیابان میں چھوڑ کر اس کھوئی ہُوئی کو جب تک مِل نہ جائے ڈھونڈتا نہ رہے؟ ۵ پھر جب مِل جاتی ہے تو وہ خوش ہو کر اُسے کندھے پر اُٹھا لیتا ہے؟ ۶ اور گھر میں پہنچ کر دوستوں اور پڑوسیوں کو بُلاتا اور کہتا ہے کہ میرے ساتھ خوشی کرو۔ کیونکہ میری کھوئی ہوئی بھیڑ مِل گئی؟ ۷ مَیں تم سے کہتا ہوں کہ اسی طرح ننانوے راستبازوں کی نسبت جو توبہ کی حاجت نہیں رکھتے ایک توبہ کرنے والے گنہگار کی بابت آسمان پر زیادہ خوشی ہوگی۔

۸ یا کون ایسی عورت ہے جس کے پاس دس درہم ہوں اور ایک کھو جائے۔ تو وہ چراغ جلا کر گھر میں جھاڑو نہ دے اور جب تک مِل نہ جائے کوشش سے ڈھونڈھتی نہ رہے؟ ۹ پھر جب مِل جاتا ہے تو سہیلیوں اور پڑوسیوں کو بُلا کر نہ کہے کہ میرے ساتھ خوشی کرو۔ کیونکہ میرا کھویا ہُوا درہم مِل گیا؟ ۱۰ مَیں تم سے کہتا ہوں کہ اسی طرح ایک

توبہ کرنے والے گنہگار کی بابت خدا کے فرشتوں کے سامنے خوشی ہوتی ہے۔

ان دونوں تمثیلوں کا بھی وہی مضمون ہے جو پہلی تمثیل کا تھا۔ یعنی خُدا کی بڑی محبّت۔ ان دونوں تمثیلوں کی چابی تین لفظ ہیں۔ کھویا ہُوا[1]۔ پایا ہُوا[2] اور خوشی[3]۔

بھیڑ کھوئی گئی۔ دینار گم ہو گیا۔ مسیح تعلیم دے رہا تھا کہ جب ہم میں سے کوئی اس سے الگ اور دُور ہو جاتا ہے تو خُدا اس کو ایک نقصان سمجھتا ہے۔ ہم اس نقصان کو محسوس کریں یا نہ کریں خدا ضرور محسوس کرتا ہے۔ وہ اپنے خاندان کے ایک ایک شخص کے لئے فکر کرتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ کھوئے ہُوئے کی تلاش کرتا ہے۔ وہ جو اس سے الگ ہو جاتے ہیں خُدا خود ان کی تلاش کرتا ہے۔ ان دونوں تمثیلوں میں یہی ایک خیال پیش کیا گیا ہے۔ مُسرف بیٹے کی تمثیل میں مسیح نے اس پر بہت زور نہیں دیا۔ اس میں ہم نے البتہ یہ دیکھا کہ باپ بیٹے کی واپسی کے لئے بے چین تھا۔ یہاں مسیح ہم کو ایک قدم آگے لے جاتا ہے۔ اور گڈریئے کو بھیڑ کی تلاش میں اور عورت کو دینار ڈھونڈتے ہُوئے دکھاتا ہے۔ خُدا صرف ہمارے واپس آنے کا انتظار ہی نہیں کرتا بلکہ خود گنہگار کی تلاش میں نکلتا ہے۔ مسیح کی تعلیم میں یہ ایک بہت ہی باریک اور بے مثال نکتہ ہے۔ وہ پہل کرتا ہے مگر مجبور نہیں کرتا۔ وہ کئی طرح سے اپنی محبت ہم پر ظاہر کرتا ہے۔ مسیح اسی واسطے اِنسان بنا۔ خُدا اپنے بندوں کی معرفت اور کتابوں کے وسیلے ہمیں ڈھونڈتا ہے۔ وہ دُکھوں اور مصیبتوں کے وسیلے بھی جو ہم پر آتے ہیں ہماری تلاش کرتا ہے۔

نیز جو کچھ ہم اس کی بابت سنتے ہیں وُہ بھی اس کی تلاش کا ایک ذریعہ ہوتا ہے دُنیا میں جو واقعات گزرتے ہیں۔ ان کے وسیلے بھی وُہ انسان کی تلاش کرتا ہے۔ اور جب تک وُہ تلاش نہ کرلے دم نہیں لیتا اور نہ ہی بے اُمید ہوتا ہے۔

گنہگار واپس آنے سے انکار کرسکتا ہے۔ اس کو اختیار ہے۔ وُہ اس کی محبت کو ٹھکرا سکتا ہے۔ گنہگار جتنی چاہے مخالفت کرے خدا جب تک اس کو ڈھونڈ نہ لے تلاش جاری رکھتا ہے۔ اور جب وُہ ڈھونڈ لیتا ہے تو بہت خوش ہوتا ہے۔ اور آسمان پر بھی خوشی ہوتی ہے۔ خُدا ہر ایک اِنسان کی قدر کرتا ہے انسان اپنے آپ کو چاہے حقیر سمجھے اور دُوسرے اس کی بے قدری کریں مگر خُدا قدر کرتا ہے۔ اس کی نظروں میں کوئی بھی حقیر اور بے قدر نہیں ہے۔ خُدا کے بارے میں مسیح کی تعلیم بہت ہی ہمت بڑھاتی ہے۔ ہم کیسے ہی کمزور ہوں۔ حقیر ہوں۔ گنہگار ہوں۔ پرواہ نہیں۔ خُدا ہمارے لئے سب کچھ سہنے اور کرنے کو تیار ہے۔ گڈریے نے ننانوے بھیڑوں کو چھوڑا۔ ایک کی تلاش میں نکلا۔ اور جب تک وُہ مل نہ گئی گھر نہ آیا۔ اِسی طرح خُدا ایک ایک گنہگار کے لئے آتا ہے۔ اور جب گنہگار مل جاتا ہے اور واپس آجاتا ہے وُہ خوشی مناتا ہے۔

مُطالعہ کے لئے:

حزقی ایل ۳۴: ۱۱-۱۶۔ نبی کہتا ہے کہ خُدا ایک گڈریہ ہے جو اپنے گلے کی تلاش کرتا ہے۔ اس میں مسیح والی تعلیم کی جھلک پائی جاتی ہے۔ خُدا اپنی محبت سے کھوئے ہوؤں کی تلاش کرتا ہے۔ ان کے زخموں کو باندھتا ہے۔ سولھویں آیت میں جس لفظ کا ترجمہ "ہلاک کرنا" کیا گیا ہے وُہ

اصل میں "حفاظت کرنا" ہے۔

یُوحنا ۴: ۲۳۔ یہاں رسول بیان کرتا ہے کہ خُدا ہم سے اپنی عبادت طلب کرتا ہے۔ وُہ چاہتا ہے کہ اس کے ساتھ ہماری رفاقت ہو۔ خُدا کے دِل میں دوستی کا اصُول ہے۔ یہی سبب ہے کہ وُہ چاہتا ہے کہ اِنسان عبادت اور رفاقت کے لئے اس کے پاس آئے۔

یُوحنا ۳: ۱۵-۱۶۔ یہاں یہ ذکر ہے۔ کہ خُدا نے اپنے بیٹے مسیح یسُوع کو دُنیا میں کھوئے ہوؤں کو ڈھونڈنے اور بچانے کے واسطے بھیجا۔ مسیح کھوئے ہوؤں کو ڈھونڈنے کا خُدا کا طریقہ ہے۔

غور و بحث کے لئے سوالات

۱۔ کیا زندگی میں تمہیں کوئی ایسا تجربہ ہوا ہے جس سے معلوم ہو کہ خُدا تمہاری تلاش کرتا ہے۔ وُہ کن مختلف طریقوں میں ہماری تلاش کرتا ہے۔

۲۔ اگر کوئی انسان کہے کہ اس کی پچھلی زندگی بہت خراب اور خستہ تھی اور اس کے بچنے کی کوئی اُمید نہیں تو اسے تم کیا جواب دو گے۔

۳۔ تمثیلوں میں گڈریے نے بھیڑ تلاش کرلی اور عورت نے دینار پا لیا۔ کیا خُدا بھی ہمیشہ ہی کھوئے ہوئے کو پا لیتا ہے۔ اگر وُہ اس زندگی میں نہ پائے۔ تو کیا اس کے بعد کبھی پا لیگا؟

دُعا:۔ اے خُدا تو جس نے اس دُنیا کے تاریک جنگل میں کھوئے ہوئے گنہگار کی تلاش کے واسطے یسُوع مسیح کو بھیجا تیرا شکر ہے کہ اس نے مجھے ڈھونڈ لیا اور بچا لیا۔ اس نے میرے زخموں کو باندھا اور محبت سے مجھے کندھے پر اُٹھا لیا۔ اور باپ کے گھر میں سلامتی سے لے آیا۔ بخش دے کہ میں اوروں کو ڈھونڈنے اور تیرے پاس لانے کا وسیلہ ہوں۔ مسیح کی خاطر۔ آمین۔

۳ - دوست جو آدھی رات کو آیا - لوقا ۱۱: ۵-۸

بے انصاف قاضی - لوقا ۱۸: ۱-۸

لوقا ۱۱: ۵-۸:- ۵ - پھر اس نے اُن سے کہا۔ تم میں سے کون ہے جس کا ایک دوست ہو۔ اور وہ آدھی رات کو اُس کے پاس جا کر اُس سے کہے۔ کہ اے دوست مجھے تین روٹیاں دے ۶ کیونکہ میرا ایک دوست سفر کر کے میرے پاس آیا ہے۔ اور میرے پاس کچھ نہیں کہ اُس کے آگے رکھوں ۷ اور وہ اندر سے جواب میں کہے مجھے تکلیف نہ دے۔ اب دروازہ بند ہے۔ اور میرے لڑکے میرے پاس بچھونے پر ہیں۔ میں اُٹھکر تجھے دے نہیں سکتا ۸ میں تم سے کہتا ہوں۔ اگرچہ وہ اس سبب سے کہ اُس کا دوست ہے اُٹھکر اُسے نہ دے۔ تاہم اُس کی بیحیائی کے سبب اُٹھکر جتنی درکار ہیں اُسے دیگا۔

لوقا ۱۸: ۱-۸ ۱ - پھر اُس نے اِس غرض سے کہ ہر وقت دُعا مانگتے رہنا اور ہمّت نہ ہارنی چاہیئے۔ اُن سے یہ تمثیل کہی کہ ۲ کسی شہر میں ایک قاضی تھا۔ نہ وہ خُدا سے ڈرتا نہ آدمی کی کچھ پرواہ کرتا تھا ۳ اور اُسی شہر میں ایک بیوہ تھی جو اُس کے پاس آ کر یہ کہا کرتی تھی کہ میرا انصاف کر کے مجھے مدّعی سے بچا ۴ اُس نے کچھ عرصے تک تو نہ چاہا۔ لیکن بعد اس کے اپنے جی میں کہا کہ گو میں نہ خُدا سے ڈرتا اور نہ آدمیوں کی کچھ پرواہ کرتا ہوں ۵ تو بھی اس لئے کہ یہ بیوہ مجھے ستاتی ہے میں اُس کا اِنصاف کرونگا۔ ایسا نہ ہو کہ وہ بار بار آکر آخر کو میرا

ناک میں دم کرے ۶ خُداوند نے کہا۔ سُنو۔ کہ یہ بے انصاف قاضی کیا کہتا ہے ۷ پس کیا خُدا اپنے برگزیدوں کا انصاف نہ کریگا جو رات دن اُس سے فریاد کرتے ہیں؟ اور کیا وہ اُن کے بارے میں دیر کریگا؟ ۸ میں تم سے کہتا ہوں کہ وہ جلد اُن کا انصاف کریگا۔ تاہم جب ابنِ آدم آئیگا تو کیا زمین پر ایمان پائیگا؟

ان تمثیلوں میں مسیح نے یہ تعلیم دی ہے کہ دُعا میں صبر اور مانگنے میں لگاتار کوشش کی ضرورت ہے۔ لفظی اور رسمی طور پر دعا مانگنا کافی نہیں ہے۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہماری دُعا کا جواب ملے تو ہماری دعا کے پیچھے کوئی تیز خواہش بھی ہونی چاہیئے۔ بے پرواہ دوست رات کے وقت اُٹھنے سے انکار کرتا ہے اور بے انصاف قاضی انصاف کے خیال سے نہیں بلکہ بیوہ کی منتوں سے تنگ آکر انصاف کرتا ہے۔ مسیح ان دونوں کی مثال سے دکھاتا ہے کہ کس طرح صبر اور لگاتار کوشش سے دونوں مجبور ہو گئے۔

اس سے یہ مطلب نہیں کہ خدا بھی بے پرواہ دوست اور بے انصاف قاضی کی مانند ہے۔ بلکہ اس میں صرف مقابلہ کر کے دکھایا گیا ہے کہ جب اس قسم کے سخت دل اور بے پرواہ لوگ اچھے کاموں کے لئے صبر اور لگاتار کوشش سے مجبور ہو جاتے ہیں۔ تو خدا جو مُحبّت ہی محبّت ہے کس قدر زیادہ مانگنے والوں کی طرف توجہ کریگا اور ان کی نیک ضرورتوں کو پورا کریگا۔

کبھی کبھی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا حالات ہمارے خلاف ہی خلاف ہیں۔ ہمیں روپیہ پیسہ کی تنگی ہو جاتی ہے۔ بیماری تنگ کرتی ہے۔ ہم آگے چلنا چاہتے ہیں مگر قدم پیچھے ہی پڑتا ہے۔ چوٹ کے اُوپر چوٹ آتی ہے۔ دل بیٹھ جاتا ہے معلوم ہوتا ہے کہ کل جہاں اور قُدرت بھی ہمارے خلاف

ہے۔ ہم دعا کرتے ہیں مگر کچھ نہیں بنتا۔ مگر مسیح تعلیم دیتا ہے کہ ہمیں ایمان میں ایسا کمزور نہیں ہونا چاہیئے اور ہمت نہیں ہارنا چاہیئے۔ گو خدا جواب نہیں دیتا۔ مگر وہ ہماری سنتا ضرور ہے۔ وہ جواب تو کوئی نہ کوئی دیتا ہے مگر ہم اس کا جواب سمجھتے نہیں۔ یا چونکہ وہ جواب ہماری خواہش کے مطابق نہیں ہم اسے جواب ہی نہیں سمجھتے۔ ہمیں انسانوں کی مخالفت اور ناموافق حالات سے گھبرانا نہیں چاہیئے۔ آخر کار خدا ہماری سنیگا۔ غالباً وہ ایسی صورت میں جواب دیگا جس کا ہم کو خیال بھی نہ تھا۔ پھر ہم کو معلوم ہوگا کہ اس نے کیوں دیری کی اور کس طرح ہم کو صبر کا سبق سکھایا۔

جو کوئی آخر تک قائم رہیگا وہی نجات پائیگا۔ خدا کی بادشاہت میں رہنے والے کی سب سے بڑی صفت یہ ہے۔ کہ تمام حالات میں ایمان کو مضبوط اور قائم رکھے۔ ۱۸: ۷ میں جن لفظوں کا ترجمہ یہ کیا گیا ہے "کیا وہ ان کے بارے میں دیر کریگا"۔ یہ چاہیئے "گو خدا جواب دینے میں دیری بھی کرے"۔

دعا میں صبر کا مطلب ہے لگاتار دعا کرنا۔ پولس کہتا ہے۔ نت دعا کرو۔ اس سے مراد لگاتار لفظ کہتے جانا نہیں ہے بلکہ اس سے مراد ہے دعا کی روح میں قائم رہنا۔ خدا باپ کی سنگت میں رہنا۔ ہر حالت میں اس کی حضوری میں رہنا۔ تاکہ خواہ جواب ملے خواہ نہ ملے ایمان نہ ہلے۔ خدا دانا ہے۔ اور جواب کے ایسے طریقے اس کے پاس ہیں جن کا ہم کو خواب و خیال بھی نہیں ہوتا۔ ہمیں اس روح میں دعا کرنا چاہیئے کہ میری مرضی نہیں بلکہ تیری مرضی ہو۔

مطالعہ:- زبور ۲۲: ۱-۹ - یہاں ایک شخص کا بیان ہے جس نے رات

دن لگاتار دعا کی۔ مگر جواب نہ ملا۔ شائد ہم میں سے کئی ایک کا یہ تجربہ ہے۔ بعض دفعہ ہم خیال کرتے ہیں کہ مسیح کی تعلیم ہمیشہ درست نہیں ہوتی۔ اس کا سبب شائد یہ ہوگا۔ کہ ہم نے بے صبری کی اور خدا کو جواب کا موقع ہی نہیں دیا۔ یعقوب کہتا ہے کہ ہمیں عقل اور سمجھ کے واسطے دعا کرنا چاہیئے۔ کیونکہ خدا کئی دفعہ ہمارے واسطے کچھ کرنے کی بجائے ہماری معرفت کام کرتا ہے جواب میں دیری کا یہ سبب بھی ہو سکتا ہے کہ شائد ہم نے دعا میں یہ نہیں کہا ہوگا کہ "تیری مرضی پوری ہو"۔

لوقا ۵: ۱۸-۲۶ یہ آدمی جو اپنے بیمار دوست کو مسیح کے پاس لائے ان میں صبر تھا۔ انہوں نے کسی روکاوٹ کی پرواہ نہ کی۔ ان کو ایمان تھا کہ مسیح ان کے بیمار کو صحت دے سکتا ہے۔ مسیح ان دو تمثیلوں میں اسی صبر والی طبیعت کی تعلیم دیتا ہے۔ اس صبر سے ایمان ظاہر ہوتا ہے۔

متی ۹: ۲۰-۲۲ - یہاں ایک عورت کا بیان ہے جو ایک خواہش رکھتی تھی۔ اور کسی روکاوٹ سے نہ گھبرائی۔ اس کا پختہ ارادہ اس کے ایمان کا ثبوت تھا۔ دعا کا بھی یہی طریقہ ہے۔ دعا میں ہمارے صبر سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جو کچھ ہم نے مانگا ہے ہم اسے لینے کے واسطے تیار ہیں۔

لوقا ۱۸: ۳۵-۴۳ - یہاں صبر اور لگاتار محنت کی ایک اور مثال ہے۔ اس شخص کی مسیح نے تعریف کی۔ بھیڑ اس شخص کو چپ نہ کرا سکی۔ اس کے دل میں ایک خواہش تھی اور اس نے یقین کیا کہ اب موقعہ ہے۔ اسی قسم کی طبیعت اور ایمان خدا کو پسند ہے۔

متی ۱۵: ۲۱-۲۸ - یہاں ایک اور عورت کی مثال ہے۔ بعض دفعہ ہم خیال کرتے ہیں کہ ایمان اس میں ہے۔ کہ بس ایک ہی بار خدا سے

درخواست کی جائے ۔ بعض حالتوں میں یہ درست ہے لیکن جب ہم کوئی خواہش دل میں رکھکر عرض کرتے ہیں تو پھر ایک بار مانگنا کافی نہیں ۔ اس عورت کی طرح لگاتار کوشش کرنے سے ثابت ہوتا ہے کہ جو ہم مانگ رہے ہیں ہمیں ضرور اس کی ضرورت ہے ۔ خُدا چاہتا ہے کہ اس کی برکتوں کے لئے ہمارے اندر زبردست خواہش اور چاہت ہو۔

یعقوب ۱: ۵-۸ ۔ رسُول یہاں اسی بات پر زور دے رہا ہے ۔ اگر بیوہ عورت ایک ہی بار مُنصف کے پاس آتی اور پھر نہ آتی تو اس کا کام نہ بنتا ۔ اگر ہم صحیح طور پر دعا مانگنا چاہتے ہیں تو ہم کو دل میں ایک خاص خواہش رکھکر دُعا مانگنا چاہیئے ۔ خواہش سے مُراد ہے ایسی چیز یا برکت کی خواہش جس کے بغیر ہم رہ نہیں سکتے۔

افسیوں ۶: ۱۸ یہاں رسُول تعلیم دیتا ہے کہ لگاتار دُعا کرنا ہمارا فرض ہے ۔ ایک جگہ اس نے کہا بھی ہے کہ نت دعا کرو ۔ کیا یہ ممکن ہے ؟ ہاں اگر ہم ہمیشہ خدا کی مرضی کو سامنے رکھیں تو ایسا ہو سکتا ہے۔

غور و بحث کے لئے سوالات

۱ ۔ کیا ضد سے دُعا کرنے سے خُدا کی تجویز اور خدا کے ارادوں میں فرق آجائیگا ۔

۲ ۔ کیا تم نے کبھی دُعا کی اور دیکھا کہ جواب ایسے طریقہ پر آیا جس کا تم کو خیال بھی نہ تھا ۔

۳ ۔ کیا نت دعا کرنا ممکن ہے ۔

دُعا : اے رحیم اور عادل باپ مجھ خاکسار کی طرف اپنا کان لگا ۔ مَیں رات بھر کی حفاظت اور میٹھی نیند کے لئے ۔ صبح کی روشنی اور ناشتے کے لئے تیرا شکر گذار ہوں۔

تُو دھنی ہے اور مَیں محتاج ہُوں ۔ تو مانگنے والوں کو اچھی چیزیں کثرت سے دیتا ہے ۔ مگر اے باپ جس طرح کہ مانگنا چاہیئے مجھے مانگنا نہیں آتا ۔ مجھے سکھا کہ مَیں صبر اور استقلال سے نت دُعا مانگ سکوں ۔ میری زندگی میں میری نہیں بلکہ تیری مرضی پُوری ہو ۔ مسیح کی خاطر آمین۔

۴ ۔ دو دُعائیں

لوقا ۱۸: ۹-۱۴ : ۹ وہ پھر اس نے بعض لوگوں سے جو اپنے پر بھروسہ رکھتے تھے کہ ہم راستباز ہیں اور باقی آدمیوں کو ناچیز جانتے تھے ۔ یہ تمثیل کہی ۔ ۱۰ وہ کہ دو شخص ہیکل میں دُعا مانگنے گئے ایک فریسی ۔ دُوسرا محصُول لینے والا ۔ ۱۱ وہ فریسی کھڑا ہو کر اپنے جی میں یُوں دُعا مانگنے لگا کہ اے خُدا مَیں تیرا شکر کرتا ہوں کہ باقی آدمیوں کی طرح ظالم بے انصاف زناکار یا اس محصُول لینے والے کی مانند نہیں ہوں ۔ ۱۲ وہ مَیں ہفتے میں دو بار روزہ رکھتا اور اپنی ساری آمدنی پر دہ یکی لگاتا ہوں ۱۳ وہ لیکن محصُول لینے والے نے دُور کھڑے ہو کر اتنا بھی نہ چاہا کہ آسمان کی طرف آنکھ اُٹھائے ۔ بلکہ چھاتی پیٹ پیٹ کر کہا کہ اے خُدا ۔ مجھ گنہگار پر رحم کر ۱۴ وہ مَیں تم سے کہتا ہوں کہ یہ شخص دُوسرے کی نسبت راستباز ٹھہر کر اپنے گھر گیا ۔ کیونکہ جو کوئی اپنے آپ کو بڑا بنائیگا وہ چھوٹا کیا جائیگا ۔ اور جو اپنے آپ کو چھوٹا بنائیگا وہ بڑا کیا جائیگا۔

اس بیان میں دو دُعاؤں کا مُقابلہ ہے ۔ ایک شخص اس واسطے

دُعا کرتا ہے کہ اسے دُعا مانگنے کی ضرورت تھی۔ مگر دُوسرا صرف رسمی طور پر دُعا کرتا ہے۔ کیا ہم اس واسطے دُعا کیا کرتے ہیں کہ لوگ ہم کو بے دین نہ سمجھیں۔ یا ہم خُدا کی مُحبّت اور رفاقت کے لئے دُعا کرتے ہیں؟

فریسی دین کے ہادی تھے۔ لوگ ان کو اپنا نمونہ سمجھتے تھے۔ وُہ شرع پر چلتے تھے اور زندگی پاک رکھنے کی کوشش کرتے تھے۔

محصُول لینے والوں سے لوگ نفرت کرتے تھے۔ ان کے دلوں میں مُلک کی محبّت نہیں تھی۔ وُہ لوگوں کو تنگ کر کے ان سے روپیہ بٹورتے تھے۔ یہاں دو آدمیوں کا مقابلہ ہے۔ ایک وُہ ہے جو دیندار اور پاک سمجھا جاتا تھا۔ دُوسرا ایک حقیر آدمی ہے۔ جو گنہگار اور ناپاک سمجھا جاتا تھا۔ مسیح دونوں کا مُقابلہ کر کے فرق دکھانا چاہتا ہے۔ اس مقابلہ اور فرق کی طرف غور کرنا چاہیئے:۔

فریسی مغرُور تھا۔ اس کو اپنے اُوپر بھروسہ تھا۔ وُہ اپنی نیکیوں کو نام بنام گن سکتا تھا۔ اس کو اپنی مذہبی زندگی پر بہت فخر تھا۔ مگر وُہ اپنے گناہوں کو بھولا ہُوا تھا۔

بیچارہ محصُول لینے والا اپنے بارے میں ایسی کوئی بات بھی نہیں جانتا تھا نہ کہہ سکتا تھا۔ اس کو کسی بات کا فخر نہ تھا۔ وُہ اپنی دینداری نہیں جتا سکتا تھا۔ نہ ہی اپنے مقابلہ میں کسی دُوسرے کو قصُوروار اور حقیر کہہ سکتا تھا۔ اس کو اپنے گناہ صاف صاف نظر آ رہے تھے۔ وُہ گنہگار تھا اور جانتا تھا کہ میں گنہگار ہوں۔ فریسی بھی گنہگار تھا۔ مگر وُہ اپنی گنہگاری سے واقف نہ تھا۔ محصُول لینے والے نے اپنی سب سے بڑی ضرُورت محسوس کی۔ وُہ ضرُورت خُدا کے سامنے پیش کی اور پُوری بھی کر لی۔ مگر فریسی نے کسی چیز کی ضرُورت نہ سمجھی۔ نہ ہی خُدا سے کچھ حاصل کیا۔

ہم بھی جب اپنے آپ کو بے قصُور سمجھتے ہیں تو فریسی کی طرح کہتے اور کرتے ہیں۔ اس نے ظاہرداری پر زیادہ زور دیا تھا۔ وُہ روزہ رکھتا تھا۔ خیرات دیتا تھا۔ کھُلی جگہوں میں دُعا کرتا تھا۔ مگر زندگی کی اندرونی باتوں کی طرف اس نے کبھی خیال نہیں کیا تھا۔ اس نے اپنی زندگی میں خودغرضی بے صبری۔ خودبینی اور بڑا بننے کے گناہوں کی طرف دھیان نہ کیا۔ یعنے اس نے حقیقت کی طرف کبھی نگاہ نہ کی۔ مگر دُوسرے میں اتنی جُرأت تھی کہ اس نے اپنے دل کی حالت دیکھی۔ اور اپنی رُوحانی کمزوری محسوس کی۔ کیا ہماری بھی کبھی یہی حالت نہیں ہوتی۔ کسی وقت ہم صرف گرجے میں حاضر ہونا۔ چندہ دینا یا لمبی دعا کرنا ہی کافی سمجھتے ہیں۔ مگر غرور اور خودغرضی کے گناہوں کو اپنی زندگی میں دیکھتے ہی نہیں۔ اگر ہم دلیری اور جُرأت سے اپنے دلوں کا امتحان نہیں کرتے تو ہماری حالت فریسی کی سی ہے۔ دُوسری غلطی فریسی نے یہ کی۔ کہ اپنے آپ کا محصُول لینے والے کے ساتھ مقابلہ کیا۔ اس نے کہا کہ شکر ہے کہ میں محصول لینے والے کی مانند نہیں ہوں۔ اگر ہم دوسروں سے اس طرح اپنا مقابلہ کریں تو ہماری حقیقت ہم پر کبھی نہیں کھُلتی۔ ایک ہی زندگی ہے جس کے ساتھ ہمیں اپنی زندگی کا مقابلہ کرنا چاہیئے یعنی یسُوع مسیح کی زندگی۔ جب ہم مسیح کی تعلیم اور اس کی زندگی کی روشنی میں اپنے آپ کو دیکھتے ہیں تو ہماری حقیقت ہم پر کھُلتی ہے۔ پھر ہمارے دل سے یہی دعا نکلتی ہے کہ اَے خُدا مجھ گنہگار پر رحم کر۔

فریسی میں سب سے بُری بات یہ تھی۔ کہ وُہ محصُول لینے والے کو حقیر سمجھتا تھا۔ مسیح کے لوگوں میں دوسروں کو حقیر سمجھنے کی عادت ہرگز نہیں ہونی چاہیئے۔ یہ عادت ان میں پائی جاتی ہے جنہوں نے اپنا امتحان نہیں

کیا اور نہ ہی وہ جانتے ہیں۔ کہ وہ خدا کی نظروں میں کیا ہیں۔ دوسروں کے عیب دیکھنا بہت آسان ہے۔ مگر چاہیئے یہ کہ ہم اپنی زندگی کے نقص اور داغ دیکھیں ؎

بُرا ڈھونڈن میں چلی بُرا نہ ملیا کو ۔ جاں ڈِٹھا من اپنا مجھ سے بُرا نہ کو

اپنے عیب دیکھنا دوسروں کے عیب دیکھنے سے بہت زیادہ مفید ہے جب ہم خدا کے سامنے آتے ہیں تو یا تو فریسی کی یا محصول لینے والے کی طبیعت سے آتے ہیں۔ مگر اس کا فضل اور رُوح ہماری زندگی میں تب ہی کام کرتا ہے جب ہم محصول لینے والے کی طبیعت میں ہو کر اس کے حضور میں جاتے ہیں۔

مُطالعہ کے لئے:۔

نہ تھی اپنے گناہوں کی جبکہ خبر ۔ رہے دیکھتے اوروں کے عیب و ہنر
پڑی اپنے گناہوں پر جبکہ نظر ۔ تو نگاہ میں کوئی بُرا نہ رہا (ظفر)

متی ۶: ۵-۸ ۔ یہاں مسیح آدمیوں کو رسمی دینداری کے خلاف تعلیم دیتا ہے۔ دُعا دل کی حالت ہے نہ کہ لفظ ہی لفظ۔ دُعا ہمارے اور خُدا کے درمیان ہوتی ہے۔ دُعا دکھاوے اور ظاہرداری کی چیز نہیں فریسی کی سی دُعا میں رفاقت نہیں۔ یہ تو صرف اپنی تعریف ہے جس سے دل کو جھوٹی تسلّی ہوتی ہے۔ کیا دُعا میں ہم جو کچھ کہتے ہیں ہمیشہ ہمارا وہ مطلب بھی ہوتا ہے یا نہیں۔

متی ۶: ۱-۵ :۔ خیرات دینا اور دعائیں مانگنا ضروری ہے۔ اچھا ہے۔ مگر کافی نہیں۔ ہماری دعا میں رُوح اور راستی ہونی چاہیئے۔ ہماری دُعا رسمی اور بے معنی نہیں ہونی چاہیئے۔

رومیوں ۱۲: ۳-۵ :۔ دُعا میں غرور کی گنجائش نہیں۔ محصول لینے والے نے حلیمی سے دُعا کی۔ حقیقی دُعا کا یہ مطلب ہے۔ کہ ہم اپنی

زندگی کے مقصد اور مطلب کو پہچانیں۔ فریسی اس بات کی برداشت نہیں کر سکتا تھا کہ وہ اور محصول لینے والا ایک ہی کلیسیا کے ممبر ہوتے۔ وہ اسے اپنا بھائی کہنے کو تیار نہ تھا۔ جب دل میں فروتنی اور محبّت نہ ہو دُعا نہیں ہو سکتی۔

عزرا ۹: ۵-۱۵ :۔ یہ وہ دعا ہے جو دل سے نکلی تھی۔

ع جو دل سے بات نکلیگی تو دل میں جا کے ٹھیریگی

دُعا وہ ہے جو ع پر نہیں طاقت پرواز مگر رکھتی ہے۔

اس دُعا میں دعا مانگنے والے کی فروتنی اور خاکساری صاف نظر آتی ہے اس میں دُعا ویسے ہی ختم ہوتی ہے جس طرح محصول لینے والے کی دُعا ختم ہوئی۔

لوقا ۱۴: ۷-۱۱ :۔ مسیح نے سُننے والوں کو غرور اور بیجا فخر کے خلاف تعلیم دی۔ اور خبردار کیا۔ بار بار اس نے فروتنی کی تعلیم دی اور کہا کہ ہمیں چھوٹے بچّوں کی مانند ہونا چاہیئے۔ اس کو معلوم تھا۔ کہ غرور انسان کو خدا کی رفاقت سے روکتا ہے۔ غرور اور محبّت ایک ہی دل میں نہیں رہ سکتے۔

بحث اور غور کے لئے سوالات

۱۔ کیا فریسی کا دل صاف تھا

۲۔ خُدا نے کیوں اس کی مدد نہ کی۔ خُدا کی مدد حاصل کرنے کے لئے کیا ضروری ہے۔

۳۔ کیا تمہیں کوئی ایسے نقص یاد ہیں جو تم نے دوسروں میں دیکھے ہوں۔ اور تم میں بھی پائے جاتے ہوں۔

دُعا:۔ اے خُدا تو جو میری حقیقت کو جانتا ہے۔ مجھے توفیق عطا کر کہ تیرے

چہرے کے نور میں اپنی زندگی کو دیکھ سکوں۔ مجھے میرے گناہوں کی رویا
دکھا۔ مجھے حلیم اور فروتن بنا۔ کہ میں عیب جوئی نہ کروں۔ اے باپ مجھ
گنہگار پر رحم فرما۔ مسیح کی خاطر آمین۔

۵۔ عُذر

لوقا ۱۴: ۱۵-۲۴:۔ ۱۵ جو اُس کے ساتھ کھانا کھانے بیٹھے
تھے اُن میں سے ایک نے یہ باتیں سُن کر اُس سے کہا۔ مبارک
ہے وہ جو خدا کی بادشاہت میں کھانا کھائے۔ ۱۶ اُس نے اس
سے کہا۔ کہ ایک شخص نے بڑی ضیافت کی اور بہت سے لوگوں کو
بلایا ۱۷ اور کھانے کے وقت اپنے نوکر کو بھیجا کہ بلائے ہوؤں سے
کہے کہ آؤ۔ اب کھانا تیار ہے ۱۸ اس پر سب نے مل کر عذر کرنا
شروع کیا۔ پہلے نے اُس سے کہا کہ میں نے کھیت خریدا ہے مجھے
ضرور ہے کہ جا کر اُسے دیکھوں۔ میں تیری منت کرتا ہوں کہ مجھے
معذور رکھ ۱۹ دوسرے نے کہا۔ میں نے بیلوں کی پانچ جوڑیاں
خریدی ہیں۔ اور انہیں آزمانے جاتا ہوں۔ میں تیری منت کرتا
ہوں کہ مجھے معذور رکھ ۲۰ ایک اور نے کہا۔ میں نے بیاہ کیا
ہے۔ اِس سبب سے نہیں آسکتا ۲۱ پس اُس نوکر نے آکر
اپنے مالک کو اِن باتوں کی خبر دی۔ اس پر گھر کے مالک نے غصے
ہو کر اپنے نوکر سے کہا۔ جلد شہر کے بازاروں اور کوچوں میں جا کر
غریبوں۔ لنجوں۔ اندھوں اور لنگڑوں کو یہاں لے آ ۲۲ نوکر

نے کہا۔ اے خداوند جیسا تُو نے فرمایا تھا ویسا ہی ہُوا۔ اور اب بھی جگہ
ہے ۲۳ مالک نے اُس نوکر سے کہا کہ سڑکوں اور کھیت کی باڑوں
کی طرف جا اور لوگوں کو مجبور کر کے لا تا کہ میرا گھر بھر جائے ۲۴
کیونکہ میں تم سے کہتا ہوں کہ جو بُلائے گئے تھے اُن میں سے کوئی
شخص میرا کھانا نہ چکھنے پائیگا۔

جن لوگوں کو دعوت دی گئی وہ پہلے تو آنے کے واسطے تیار تھے۔ اس
وقت کوئی امر انہیں دعوت سے روکنے والا نہ تھا۔ بعد میں انہیں کام یاد آئے
جو اُسی وقت کرنے والے تھے جب دعوت ہو رہی تھی۔ اب انہوں نے یہ
فیصلہ کرنا تھا کہ دعوت میں جائیں یا اپنا کام کریں۔ سب نے اپنا اپنا کام
کرنے کا فیصلہ کیا۔ ان کی جسمانی ضروریات ان کے نزدیک ان کی روحانی
ضروریات سے بڑھکر ضروری تھیں۔ انہوں نے دُنیاوی معاملوں کو خُدا
کی رفاقت پر ترجیح دی یعنی ان کو زیادہ ضروری سمجھا۔ مسیح اس تمثیل
میں سکھاتا ہے۔ کہ ہمیں ضروری باتوں کو اوّل جگہ دینی چاہیئے۔ اگر ہم مسیح
کے اصلی شاگرد بننا چاہتے ہیں تو ہمیں تمام باتوں کو صحیح طور پر پرکھنا
چاہیئے۔ ان لوگوں کا قصور یہ تھا۔ کہ انہوں نے یہ سمجھا اور فیصلہ کیا
کہ جو کام انہیں درپیش تھے وہ دعوت سے زیادہ ضروری تھے۔ بیشک
جو کام وہ کر رہے تھے وہ بُرے نہ تھے۔ ان کا کرنا بھی ضروری تھا۔ مگر
وہ دعوت کے برابر ضروری نہ تھے۔

کیا ہم سب میں یہ عیب نہیں؟ ہم جسمانی باتوں میں بہت مصروف
رہتے ہیں۔ خرید و فروخت میں۔ کمانے۔ جمع کرنے۔ خوشیاں منانے۔
موج کرنے۔ اپنی تجویزوں اور دلچسپیوں میں دل اور دھیان لگاتے ہیں۔

چونکہ ہمارا دھیان ایسی باتوں میں رہتا ہے خدائی باتوں کا موقع نہیں ملتا۔ جب خدا ہمیں کوئی کام دیتا ہے ہم کہتے ہیں فرصت نہیں۔ ہم اس قدر مصروف ہو جاتے ہیں کہ دعا مانگنے۔ کلام پڑھنے اور عبادت کرنے کا موقع ہی نہیں ملتا۔ ہم اس تمثیل کے لوگوں کی طرح عذر بہانے کرتے ہیں۔ سبب اس کا یہ ہے کہ ہم غلط اندازے لگاتے ہیں۔ ضروری اور غیر ضروری میں فرق نہیں دیکھ سکتے۔ ہم دنیا کی چیزوں کو خدا کی چیزوں سے افضل سمجھتے ہیں اس سے یہ مطلب نہیں کہ جو کام ہم کرتے ہیں وہ ضروری نہیں ہوتے بلکہ یہ کہ ہم معاملات کی ترتیب میں غلطی کرتے ہیں۔ اول معاملات کو اول جگہ نہیں دیتے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اصلی باتیں پڑی رہ جاتی ہیں۔

جو لوگ دعوت میں بلائے گئے تھے اور وہ جو بعد میں دعوت میں آئے تھے ان میں بہت فرق تھا۔ پہلے مہمانوں نے آنے کی ضرورت ہی محسوس نہ کی۔ ان کو بھوک نہ تھی۔ ان کو گھر میں آرام تھا۔ دعوت میں ان کے واسطے کوئی کشش یا مزہ نہ تھا۔ مگر وہ جو بعد میں آئے بھوکے تھے۔ انہوں نے کھانے کی ضرورت محسوس کی۔ ان کے لئے کوئی عذر نہ تھا۔ ان کے لئے موقع اچھا تھا۔ ان کی ضرورتوں کو پورا کرنے کا سامان ہؤا تھا۔

یہی حال ہمارا ہوتا ہے۔ ہم اس واسطے خدا کے پاس نہیں آتے کہ ہم اس کی ضرورت ہی محسوس نہیں کرتے۔ ہم روحانی بھوک اور پیاس محسوس نہیں کرتے۔ اور نہ ہی یہ سوچتے ہیں کہ ہم کیسی نعمت سے محروم ہو رہے ہیں۔ اور چونکہ ہم اپنی اصلی ضرورتوں کو نہیں سمجھتے

اور جانتے ہم خدا کی رفاقت اور اس کی نعمتوں کا انکار کرتے ہیں۔ دنیاوی کام۔ دلچسپیاں اور تعلّقات ہمیں مصروف رکھتے ہیں یہاں تک کہ مسیح کے لئے ہماری زندگی میں گنجائش ہی نہیں رہتی۔ صرف عذر اور بہانے رہ جاتے ہیں۔

مطالعہ کے لئے :۔ لوقا ۱۴ : ۱۸۔ یہاں مسیح نے وہ لوگ دکھائے ہیں جو دنیا کے کاروبار میں اس قدر مصروف رہتے ہیں کہ انہیں خدا کی بادشاہت کے کاموں کی فرصت ہی نہیں ملتی۔ یہ انہیں لوگوں کی حالت نہیں جو روپیہ پیسہ کماتے ہیں یا دنیاوی کاروبار چلاتے ہیں بلکہ وہ جو کسی کام کو بادشاہت کے کام سے بڑا سمجھتے ہیں ایسے ہی ہوتے ہیں۔ جب ہم اپنے کام کو بادشاہت کے کام سے بڑا بناتے ہیں تو ہم اس کی ترقی کو روکتے ہیں اور دل میں کانٹے اُگنے دیتے ہیں۔ جس طرح مالی کو باغ میں نلائی (گوڈی) کرنی پڑتی ہے اسی طرح ہم کو بھی دل کے کھیت سے گھاس پھوس اور جھاڑیاں نکالنا ضروری ہے۔

متی ۲۲ : ۲-۱۲۔ ان شخصوں میں بھی وہی نقص ہے کہ وہ غلط اندازہ لگاتے ہیں۔ اور خدا کی باتوں کو نہیں سمجھتے۔ انہوں نے بالکل خیال نہ کیا کہ وہ کیسے بڑے حق اور موقع کو کھو رہے ہیں۔ وہ خدا کی بادشاہت میں بلائے گئے۔ لیکن انہوں نے اس عزّت کی قدر نہ کی۔

یعقوب ۴ : ۴-۸ :۔ ہم جسمانی چیزوں کو خدائی چیزوں کے مقابلہ میں نہیں رکھ سکتے۔ ایک کو ضرور دوسری پر ترجیح دینی پڑیگی۔ مہمانوں

نے بلانے والے سے دوستی توڑنی نہ چاہی لیکن اس کی دوستی کا حق
بھی ادا کرنا نہ چاہا۔ یہی تماشہ ہم خدا سے کرتے ہیں۔ مگر ہم خدا کو
دھوکا نہیں دے سکتے۔ کیا ہم دو مالکوں کی خدمت کی کوشش تو
نہیں کر رہے؟

متی ۲۲:۱۳:۔ وہ لوگ جو دعوت میں نہ آئے بالکل ان لوگوں
کی مانند تھے جو اس وقت مسیح کے خیال میں تھے۔ جب اس نے جھاڑیوں
والی زمین کا ذکر کیا۔ دنیا کی باتوں اور فکروں نے انہیں اس قدر
دبا رکھا تھا کہ آسمانی باتوں کے لئے ان کے دل میں جگہ ہی نہ تھی۔
حالانکہ جو کام وہ کر رہے تھے مالک کی نظروں میں نکمّے تھے۔

متی ۵: ۲۹-۳۰:۔ بلائے ہوئے لوگوں نے نکمّی باتوں کو نہ چھوڑا
یہی سبب تھا کہ دعوت کا موقع جاتا رہا۔ خدا کی بادشاہت کے بارے
میں بھی یہی حال ہے۔ مسیح نے کہا کہ اگر کوئی چیز جو ہاتھ پاؤں یا
آنکھوں کی طرح عزیز اور قیمتی ہو ہمیں بادشاہت سے روکے تو ضرور
اس کو الگ کر دینا چاہیئے۔

غور و بحث کے لئے سوالات

۱۔ زندگی میں سب سے زیادہ ضروری بات کونسی ہے؟ کیا وہ بات جس کو تم ضروری سمجھتے ہو؟ جرأت کرو اور حقیقت کی پیروی کرو۔

۲۔ تم کن باتوں کے عذر پر خدا کی بادشاہت کی خدمت کا انکار کرتے ہو؟

۳۔ ہم روزانہ خوراک کی ضرورت محسوس کرتے ہیں۔ ہم روحانی خوراک کی بھوک کس طرح پیدا کریں؟

دعا:۔ اے خدا تو جو مجھے پیار کرتا ہے اور میری جسمانی اور روحانی

ضرورتیں پوری کرتا ہے میں تیرا شکر کرتا ہوں تیری محبت کے لئے۔ اور
اے مہربان باپ میں اقرار کرتا ہوں کہ مجھ میں کمزوری ہے۔ میں دیکھی
ہوئی چیزوں کو اندیکھی چیزوں پر ترجیح دیتا ہوں۔ فنا ہونے والی چیزیں
لے لیتا ہوں مگر ہمیشہ رہنے والی چیزوں کے لئے کوشش نہیں کرتا
بلکہ عذر کرتا ہوں۔ مجھے روحانی بھوک اور ہمت عطا کر تاکہ تیرے
دسترخوان پر آ سکوں اور سیری حاصل کروں۔ مسیح کی خاطر آمین۔

۶۔ دو گھر

متی ۷: ۲۴-۲۷ ۲۴ پس جو کوئی میری یہ باتیں سنتا اور ان
پر عمل کرتا ہے۔ وہ اس عقلمند آدمی کی مانند ٹھہریگا جس نے چٹان
پر اپنا گھر بنایا ۲۵ اور مینہ برسا اور پانی چڑھا اور آندھیاں چلیں
اور اس گھر پر ٹکریں لگیں۔ لیکن وہ نہ گرا کیونکہ اس کی بنیاد چٹان
پر ڈالی گئی تھی ۲۶ اور جو کوئی میری یہ باتیں سنتا ہے اور ان پر
عمل نہیں کرتا۔ وہ اس بیوقوف آدمی کی مانند ٹھہریگا جس نے اپنا
گھر ریت پر بنایا ۲۷ اور مینہ برسا اور پانی چڑھا اور آندھیاں
چلیں اور اس گھر کو صدمہ پہنچایا۔ اور وہ گر گیا اور بالکل برباد
ہو گیا۔

کہنا آسان ہے۔ کرنا مشکل ہے۔ یہی سبب ہے کہ ہم باتیں بہت
کرتے ہیں، مگر عمل کم کرتے ہیں۔ اس کا کیا سبب ہے کہ ہم باتیں کرنے کے

شوقین ہیں۔ مگر کام سے بچتے ہیں۔ اس بیان میں مسیح یہ تعلیم دیتا ہے کہ سچی تعلیم کو غور سے سُننے اور یہ کہنے سے کہ ہم اس کو مانتے ہیں کچھ فائدہ نہیں۔ نہ ہی یہ کافی ہے۔ بلکہ اس پر عمل کرنا اصلی بات ہے۔ تعلیم یا اچھی باتیں سُننے اور واہ واہ کہنے سے اخلاق نہیں بنتا یعنی آدمی اس طریق سے اچھا نہیں بنتا۔ بلکہ اچھی تعلیم اور نصیحت پر عمل کرنے سے۔ جو کچھ ہم مانتے ہیں کہ اچھا ہے۔ اگر ہم اس پر عمل کریں تو ہم مضبوط ہونگے اور زندگی کی مشکلوں اور مصیبتوں پر فتح پائیں گے۔ اگر ہم کو سُننے۔ واہ واہ کہنے اور لمبی چوڑی باتیں کرنے کی عادت ہو گئی ہے تو خطرہ ہے کہ جب مشکل اور مصیبت کا وقت آئیگا ہم کھڑے نہیں رہ سکیں گے بلکہ ہار جائیں گے۔

مسیح نے عمل کرنے پر ہمیشہ زور دیا۔ ہم اکثر بحث کرتے ہیں۔ کہ درست تعلیم کونسی ہے اور اصولوں پر جھگڑتے ہیں۔ لیکن ان اصولوں اور تعلیم پر عمل کرنے پر کم زور دیتے ہیں بیشک اصولوں کی ضرورت ہے مگر ساتھ ہی عمل کی بھی اشد ضرورت ہے۔ ہم تعلیم اور اصولوں پر فخر کرتے ہیں۔ یہ اصلی اور مضبوط مسیحی زندگی نہیں ہے۔

ہم بچوں کو بہت کچھ تعلیم اور اچھی اچھی باتیں زبانی یاد کرا دیتے ہیں مگر ان پر عمل کرنے کا موقع نہیں دیتے۔ اسی طرح ہم گویا انہیں اپنا اپنا گھر ریت پر بنانے دیتے ہیں۔ بچوں کو یہ تعلیم دینا کہ خود غرضی اچھی بات نہیں بہت اچھا ہے مگر جب تک انہیں تجربے سے سیکھنے کا موقع نہ دیا جائے یہ تعلیم ان کے واسطے بے فائدہ اور بے اثر رہتی ہے۔ کرنے سے بچے زیادہ سیکھتے ہیں۔ بڑی عمر والوں کا بھی یہی حال ہے۔ مسیح کی تعلیم کے سیکھنے کا یہی طریقہ ہے کہ انسان اس پر عمل کرے۔ عمل کرنے

سے وہ تعلیم ہماری زندگی کا حصہ بن جائیگی۔

تعلیم پر عمل کرنے سے یعنی اچھے اچھے کام کرنے سے ہم دوسروں کی مدد اور خدمت بھی کر سکتے ہیں۔ وہ آدمی جس کے گھر کی نیو چٹان پر تھی طوفان کے وقت دوسروں کی مدد کر سکتا تھا۔ لیکن وہ آدمی جس کے گھر کی نیو ریت پر تھی آپ مدد کا محتاج تھا۔ جب ہماری زندگی کی بنیاد نیک تعلیم ماننے اور اس پر عمل کرنے پر ہوتی ہے تب ہم ان کی مدد کرنے کے لائق ہوتے ہیں۔ جن کو مدد کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور خدا کی بادشاہت کی بھی خدمت کر سکتے ہیں۔ جب تک مسیح کے لوگ مسیح کی تعلیم پر عمل نہیں کرینگے اس کی بادشاہت اس دنیا میں نہیں آئیگی۔ جس قدر روزانہ زندگی میں مسیح کی تعلیم پر اب عمل کر رہے ہیں اس سے بہت زیادہ۔ کئی گُنا زیادہ ہر روز عمل کرنے کی ضرورت ہے۔

مطالعہ کے لئے:۔ یوحنا ۱۵: ۱-۶ ۔ مسیح بتاتا ہے کہ پھل لانے کا کیا بھید ہے۔ اگر ہم اس میں قائم نہ رہیں تو ہم اپنا گھر چٹان پر نہیں بنا سکتے۔ بلکہ ہمارا سارا کام ریت پر ہوگا۔ ہم جس قدر مسیح کے ساتھ بلکہ قریب رہینگے اسی قدر زیادہ بہتر طور پر خدا کی مرضی پوری کر سکیں گے۔ وہ زور کا سرچشمہ ہے۔ اور اس کے بغیر ہم کچھ بھی نہیں کر سکتے۔

متی ۱۲: ۴۶-۵۰ ۔ مسیح کا سب سے بڑا شوق یہ تھا۔ کہ وہ اپنے باپ کی مرضی پوری کرے۔ ہمیں بھی اُس نے یہی تعلیم دی ہے۔ مسیح کی مرضی کو جاننے سے نہیں بلکہ اس کی مرضی پر عمل کرنے سے ہم خدا

کے بیٹے بنتے ہیں۔ خدا کی مرضی وہ چٹان ہے جس پر ہم کو زندگی کی نیو
رکھنی چاہیئے۔ اگر ہم ایسا کرتے ہیں تو خدا ہمیں پیار کرتا ہے اور مسیح
ہم کو عزیز رکھتا ہے۔

یعقوب ۲: ۱۴-۱۸:۔ ہم اپنا ایمان عملوں سے ہی دکھا سکتے
ہیں۔ ہمارا ایمان ہمارے کاموں سے آزمایا جاتا ہے۔ اگر ہم جو کچھ مانتے
ہیں اس پر عمل نہیں کرتے۔ یعنی اگر ہم چٹان پر نیو نہیں رکھتے۔ اور
جن کو ہماری مدد کی ضرورت ہے ان کی مدد نہیں کرتے۔ دکھیا لوگوں
کی خدمت نہیں کرتے تو ہم زبان سے خواہ کتنا ہی اقرار کریں ہمارا
ایمان مردہ ہے اور ہم ریت پر گھر بناتے ہیں۔ کہتے رہنا اور کرنا کچھ
بھی نہ بے فائدہ ہے۔ لیکن ہم زیادہ تر ایسا ہی کرتے ہیں۔ تعلیم
حاصل کرنے کے بعد عمل بھی کرنا چاہیئے ورنہ زندگی چٹان پر نہیں بنیگی۔

غور اور بحث کے لئے سوالات

۱۔ کیا تم کو مسیح کی کوئی ایسی تعلیم یاد ہے جو تم نے سنی اور سیکھی ہو مگر اس پر عمل نہ کیا ہو۔ کیا سبب ہے کیوں اس کی تعلیم پر عمل نہ کیا جائے۔

۲۔ زیادہ ضروری کیا ہے ایمان یا عمل

۳۔ اس تمثیل کو سمجھ لینے سے بچوں کو تعلیم دینے میں کیا فرق آئیگا۔

دعا:۔ اے آسمانی باپ میں تیرا شکر کرتا ہوں۔ کہ تیرے پیارے بیٹے
خداوند یسوع مسیح نے ایسی اعلےٰ تعلیم دی۔ میں وہ تعلیم بہت سی جانتا
ہوں۔ مگر اس پر عمل نہیں کرتا۔ میں اقرار کرتا ہوں۔ مجھے عمل کی توفیق
دے۔ تاکہ تیری مرضی پوری کروں اور ایمان کی بنیاد چٹان پر رکھوں۔
مسیح کی خاطر آمین۔

۷۔ انگوری باغ کے مزدور

متی ۲۰: ۱-۱۶ ۔ ۱" کیونکہ آسمان کی بادشاہت اس گھر کے مالک کی
مانند ہے جو سویرے نکلا تاکہ اپنے انگوری باغ میں مزدور لگائے ۲۔
اور اس نے مزدوروں سے ایک دینار روز ٹھہرا کر انہیں اپنے باغ
میں بھیج دیا ۳۔ پھر پہر دن چڑھے کے قریب نکل کر اس نے اوروں
کو بازار میں بیکار کھڑے دیکھا۔ ۴۔ اور ان سے کہا۔ تم بھی باغ
میں چلے جاؤ۔ جو واجب ہے تمہیں دونگا۔ پس وہ چلے گئے۔ ۵۔
پھر اس نے دوپہر اور تیسرے پہر کے قریب نکلکر ویسا ہی کیا۔ ۶۔
اور کوئی ایک گھنٹہ دن رہے پھر نکلکر اوروں کو کھڑے پایا۔ اور
ان سے کہا۔ تم کیوں یہاں تمام دن بیکار کھڑے رہے؟ ۷۔ انہوں
نے اس سے کہا۔ اس لئے کہ کسی نے ہم کو مزدوری پر نہیں لگایا۔
اس نے ان سے کہا۔ تم بھی باغ میں چلے جاؤ ۸۔ جب شام ہوئی
تو باغ کے مالک نے اپنے کارندے سے کہا کہ مزدوروں کو بلا اور پچھلوں
سے لیکر پہلوں تک انہیں مزدوری دیدے ۹۔ جب وہ آئے
جو گھنٹہ بھر دن رہے لگائے گئے تھے تو انہیں ایک ایک دینار ملا۔
۱۰۔ جب پہلے مزدور آئے تو انہوں نے یہ سمجھا کہ ہمیں زیادہ ملیگا۔
اور ان کو بھی ایک ہی ایک دینار ملا ۱۱۔ جب ملا تو گھر کے مالک سے
یہ کہہ کر شکایت کرنے لگے کہ ۱۲۔ ان پچھلوں نے ایک ہی گھنٹہ
کام کیا ہے۔ اور تو نے انہیں ہمارے برابر کر دیا جنہوں نے دن

بھر کا بوجھ اُٹھایا اور سخت دُھوپ سہی ۔ ۱۳۔ اُس نے جواب دے کر
اُن میں سے ایک سے کہا ۔ میاں ۔ مَیں تیرے ساتھ بے انصافی نہیں
کرتا ۔ کیا تیرا مجھ سے ایک دینار نہیں ٹھہرا تھا ؟ ۱۴۔ جو تیرا ہے اُٹھا
لے اور چلا جا ۔ میری مرضی یہ ہے کہ جتنا تجھے دیتا ہوں اس پچھلے
کو بھی اُتنا ہی دُوں ۔ ۱۵۔ کیا مجھے روا نہیں کہ اپنے مال کو جو چاہوں
سو کروں ؟ تو اس لئے کہ میں نیک ہُوں بُری نظر سے دیکھتا ہے ؟"
۱۶۔ اسی طرح آخر اوّل ہو جائیں گے اور اوّل آخر ۔

پطرس نے مسیح سے ایک سوال کیا (متی ۱۹: ۲۷) جس کے جواب میں مسیح نے یہ تمثیل کہی ۔ تمثیل کا صحیح مطلب سمجھنے کے لئے یہ سوال ضرور یاد رکھنا چاہئے ۔ پطرس نے کہا کہ چونکہ اس نے اور اس کے ساتھیوں نے مسیح کی پیروی کے لئے بہت کچھ چھوڑا تھا ۔ انہیں بہت بڑا اجر ملنا چاہئے ۔ سبب اس کا یہ تھا کہ پطرس اور اس کے ساتھیوں نے سمجھا تھا کہ مسیح اس مُلک کا بادشاہ بنے گا اور شاگردوں کو اپنی بادشاہت میں عہدے اور درجے دیگا ۔ مسیح نے ان کے غلط خیال کو دُور کرنے کے لئے یہ تمثیل سُنائی ۔

اس تمثیل میں ہم ان مزدوروں کے خیال پر جنہوں نے دِن بھر کام کیا اور ان کے خیال پر جنہوں نے آدھا دِن یا پہر دن کام کیا غور کریں گے ۔ اسی میں کہانی کا کُل لُب لباب ہے ۔ جو مزدور صُبح کے وقت گئے انہوں نے مزدوری کے پیسوں کا پہلے ہی فیصلہ کر لیا ۔ وُہ صرف پیسوں کی غرض سے کام پر لگے تھے ۔ اُنہوں نے پکّا بندوبست اور اطمینان کر لیا ۔ کہ ان کو مزدوری ضرور ملے گی ۔ لیکن جو مزدور بعد

میں آئے ۔ انہوں نے ایسا کوئی بندوبست نہ کیا ۔ مالک کے کہنے پر چُپ چاپ کام پر چلے گئے ۔ اُنہوں نے اِعتبار کیا ۔ کہ جو کچھ مُناسب ہوگا مالک انہیں ضرور دیگا ۔ جب انہیں کرنے کو کام مِل گیا تو وُہ اس قدر خوش ہُوئے ۔ کہ انہوں نے اُجرت کا خیال بھی نہ کیا ۔ یہی فرق ہے جس کا مسیح سبق دینا چاہتا تھا ۔

پہلے پہل تو ہمارے دِل میں بھی خیال آتا ہے ۔ کہ بات ٹھیک ہے جنہوں نے پُورا دِن کام کیا تھا ان کو زیادہ مِلنا چاہئے تھا ۔ ان کی شکایت دُرست تھی ۔ مگر مسیح پیسوں کے خیال اور اُجرت کے سوال سے ایک بڑی بات پیش کرتا ہے ۔ وُہ ان لوگوں کے خیال کو پسند کرتا ہے جو کام کی غرض سے آئے تھے ۔ مسیح نہیں چاہتا کہ ہم بیٹھے حساب لگاتے رہا کریں یا سوچتے اور بات چیت کرتے رہا کریں کہ ہمارے کام اور کوشش کے بدلے میں ہم کو کیا ملیگا ۔ پطرس ایک خطرے میں تھا ۔ خطرہ یہ تھا ۔ کہ وُہ اُجرت اور اِنعام کے خیال اور شوق میں پڑ گیا تھا ۔ مگر مسیح اس کو یہ تعلیم دینا چاہتا ہے کہ اس کو اُجرت اور اِنعام کا خیال نہیں کرنا چاہئے ۔ بلکہ صرف مالک کی مُحبّت اور کام کے شوق اور مُحبّت سے ہی کام کرنا چاہئے ۔

مسیح کے زمانے میں بُہت یہودی یہ خیال کرتے تھے ۔ کہ ہم نیکی کریں گے اور اپنے اندر اچھی عادتیں اور صفتیں پیدا کرینگے اور پھر آنے والی زندگی میں ہم کو بہت بدلہ ملیگا ۔ اور ضرور ملیگا ۔ ہم دُعا کرینگے ۔ خیرات دینگے ۔ روزہ رکھیں گے ۔ اور شریعت کے تمام حُکم مانینگے ۔ ان کو صرف بدلے کا خیال تھا ۔ وُہ نیکی اس واسطے نہیں کرتے

تھے کہ یہ نیکی ہے بلکہ بدلے کے شوق سے ۔ اس تمثیل میں یسوع مسیح
شاگردوں کے اس غلط خیال کو ان کے دلوں سے نکالنا چاہتا ہے ۔

اس میں کوئی ہرج نہیں کہ ہم کبھی کبھی اپنے آپ سے سوال
کیا کریں کہ ہم فلاں کام کیوں کرتے ہیں ۔ کیا ہم اس واسطے گرجے
جاتے ہیں کہ لوگ ہم کو نیک سمجھیں ۔ کیا ہم کلیسیا کے کاموں میں اس
واسطے حصّہ لیتے ہیں کہ لوگ ہم کو دیکھیں ۔ کیا ہم اس واسطے چندہ دیتے
ہیں ۔ کہ لوگ ہم کو سخی سمجھیں ۔ کیا ہم بعض دفعہ اس واسطے کلیسیائی
خدمت کا انکار کرتے ہیں کہ اس میں ہمارا نفع نہیں ہوتا ۔

اگر ہمارے دِل میں ایسے ایسے خیال ہوتے ہیں ۔ تو اس تمثیل
میں ہمارے واسطے بہت سبق ہیں ۔ ہم پطرس والے خطرہ میں ہیں ۔
اگر ہم اپنا خیال نہ کریں اور اپنا نفع ہی نہ ڈھونڈیں تو ہم خُدا کے مطلب
کو پُورا کر سکیں گے ۔ ہمدردی اور نیک نیّت سے ایک گھنٹہ خِدمت کرنا
دِن بھر اُجرت اور نیک نامی کے خیال سے کام کرنے سے بہتر ہے ۔ یہ
اس حالت میں ہو سکتا ہے ۔ جب خُدا پر ہمارا بھروسہ ہو ۔ جب مُحبّت
اور ہمدردی سے خِدمت کی جاتی ہے ۔ تو خُدا اس کو پسند کرتا اور اس
میں برکت دیتا ہے ۔ اور ہماری تھوڑی سے تھوڑی خِدمت بھی اس کی
نظروں میں قدر رکھتی ہے ۔ خُدا نے بیوہ کی نذر کو زیادہ قبُول کیا ۔ کیونکہ
اس نے خود انکاری دکھائی ۔ اور مُحبّت سے دیا ۔ آؤ ہم بھی اپنا خیال چھوڑ
کر خدا کی بادشاہت کی خدمت مُحبّت سے کریں ۔

مطالعہ کے لئے :-

یُوحنّا ۱۰ : ۱۲ - ۱۳ :- جو آدمی صرف مزدوری کی غرض سے خدمت

کرتا ہے دیانتداری سے نہیں کریگا ۔ مزدُور جو مُحبّت سے نہیں بلکہ
مزدوری کی خاطر بھیڑوں کی خدمت کرتا ہے جب وقت پڑتا ہے تو
بھیڑوں کو چھوڑ کر بھاگ جاتا ہے ۔

متی ۵ : ۳۸ - ۴۲ :- یہاں مسیح تعلیم دیتا ہے ۔ کہ ہم کو اپنا حق
نہیں جتانا چاہیئے ۔ دُنیا میں بہت سی تکلیفیں اور مُشکلیں اسی سے پَیدا
ہوتی ہیں ۔ قوموں اور ملکوں کے باہمی جھگڑے اور فساد اسی بات سے پیدا
ہوتے ہیں ۔ مسیح کہتا ہے ۔ کہ جب اپنا حق جتانے سے دوسروں کا نُقصان
ہو ۔ اور بادشاہت کا ہرج ہو تو ہمیں حق جتانے سے باز رہنا چاہیئے ۔
اگر اپنا حق چھوڑنے سے بھائی کا فائدہ ہو ۔ تو ہمیں دریغ نہیں کرنا
چاہیئے ۔

متی ۲۰ : ۲۰ - ۲۳ :- یہاں دو آدمیوں کا ذِکر ہے جن کے خیال مسیح
کے خیال سے بالکل جُدا تھے ۔ وُہ کام تو کرتے تھے ۔ لیکن صرف مزدُوری
کے خیال سے کرتے تھے ۔ مسیح نے ان کے خیال بدل دیئے ۔ اور وُہ کام
کا زیادہ خیال کرنے لگے ۔ تب مسیح نے وعدہ کیا کہ مَیں تم کو کام دُونگا
کسی انعام یا اُجرت کا وعدہ نہ کیا ۔ ان کو کام ہی کافی تھا ۔ مسیح چاہتا
ہے ۔ کہ ہم مسیح کی مُحبّت سے اور کام کے شوق سے کام کیا کریں ۔ کیا
ہم میں مسیح کے لئے کافی مُحبّت ہے ۔ اور اس پر کافی بھروسہ ہے ۔
کہ ہم اس کی خِدمت اُجرت کے خیال سے نہیں بلکہ خِدمت کے
شَوق سے کریں ۔

متی ۲۰ : ۲۴ - ۲۹ :- دُوسرے شاگرد یعقوب اور یُوحنّا سے بہتر
نہ تھے ۔ دُوسرے شاگرد ان سے ناراض تھے کہ انہوں نے کیوں اعلے

درجہ پانے کی درخواست اور کوشش کی۔ انہوں نے خیال نہ کیا۔ کہ درجے پانے کی خواہش فضول اور بیکار ہے۔ اور جس چیز کو دنیا کے لوگ مرتبہ اور عزت سمجھتے ہیں۔ وہ خدا کی نظروں میں کچھ بھی نہیں۔ اس طرح مسیح نے تعلیم دی کہ خدا کی بادشاہت کا اصول ایسی خدمت ہے جس میں اجرت کا فکر نہ ہو +

ہم خدمت کیسی نیت سے کرتے ہیں ــــ

۱ کرنتھیوں ۱۳: ۴-۷ :- محبت کی روح سے ایسی خدمت ہوسکتی ہے۔ جب ہم کسی سے محبت رکھتے ہیں تو اس کے واسطے بغیر عوضانے اور بغیر شکریے کے خیال سے خدمت کرتے ہیں۔ جب ہم ہیں اس قسم کی محبت ہوتی ہے جس کا یہاں بیان ہے تب ہم خوشی سے خدمت کرتے ہیں اور ہماری خدمت پھلدار ہوتی ہے۔ اگر مسیح سے ہماری اس قسم کی محبت ہو تو ہم اس کی خدمت تن من دھن سے کرینگے +

غور اور بحث کے لئے سوالات

۱- جب تم خدا کی خدمت کرتے ہو۔ تو کیا تمہارے دل میں ان میں سے کوئی خیال ہوتا ہے۔ یعنی کام کو مسیح کی طرف سے فرض سمجھکر کرنا۔ نیک نمونے کے خیال سے کرنا۔ نیک نامی حاصل کرنا۔ اثر اور رسوخ پیدا کرنا۔ تعریف کرانا۔ خدا کی محبت۔ ہم جنسوں کی خدمت۔

۲- کیا یہ ممکن ہے۔ کہ ہم اجرت کے خیال کے بغیر کام کریں۔

۳- کیا کام سے پہلے اجرت کا فیصلہ کرلینا اچھی بات ہے یا نہیں ؟ کیوں ؟

دعا :- اے خداوند تو جس نے محبت سے ہماری خاطر بے عزتی

موت، اور صلیب برداشت کی۔ مجھے اپنی محبت اور روح میں سے اس قدر دے۔ کہ میں خدمت کروں۔ مگر اجرت کا اندازہ نہ لگاؤں۔ روحانی جنگ میں لڑوں اور بیٹھکر زخموں کو نہ دیکھوں۔ دوسروں کے لئے کچھ کروں اور ان سے شاباش۔ تعریف اور عوضانہ کی امید نہ رکھوں۔ بلکہ محبت کی روح سے سب کچھ کروں۔ مسیح کی خاطر آمین +

۸ ۔ توڑوں کی تمثیل

متی ۲۵ : ۱۴-۳۰ ء کیونکہ یہ اُس آدمی کا سا حال ہے
جس نے پردیس جاتے وقت اپنے گھر کے نوکروں کو بُلا کر
اپنا مال اُن کے سپرد کیا ء اور ایک کو پانچ توڑے دئے۔
دُوسرے کو دو۔ تیسرے کو ایک۔ یعنی ہر ایک کو اُس کی لیاقت
کے موافق دیا۔ اور پردیس چلا گیا۔ ء جس کو پانچ توڑے
ملے تھے اُس نے فوراً جا کر اُن سے لین دین کیا۔ اور پانچ
توڑے اور پیدا کر لئے ء اِسی طرح جسے دو ملے تھے اُس نے
بھی دو اور کمائے ء مگر جس کو ایک ملا تھا اُس نے جا کر
زمین کھودی اور اپنے مالک کا روپیہ چھپا دیا ء بڑی مدت
کے بعد ان نوکروں کا مالک آیا اور اُن سے حساب لینے لگا
ء جس کو پانچ توڑے ملے تھے وُہ پانچ توڑے اور لیکر آیا اور
کہا۔ اے خداوند۔ تُو نے پانچ توڑے میرے سپرد کئے تھے۔ دیکھ
مَیں نے پانچ توڑے اور کمائے ء اُس کے مالک نے اُس سے
کہا۔ اے اچھے اور دیانتدار نوکر شاباش! تُو تھوڑے میں
دیانتدار رہا۔ مَیں تجھے بہت چیزوں کا مختار بناؤنگا۔ اپنے
مالک کی خوشی میں شریک ہو ء اور جس کو دو توڑے ملے
تھے اُس نے بھی پاس آکر کہا۔ اے خداوند تُو نے دو توڑے
میرے سپرد کئے تھے۔ دیکھ مَیں نے دو توڑے اور کمائے۔

ء اُس کے مالک نے اس سے کہا۔ اے اچھے اور دیانتدار نوکر شاباش!
تُو تھوڑے میں دیانتدار رہا۔ مَیں تجھے بہت چیزوں کا مختار بناؤنگا۔
اپنے مالک کی خوشی میں شریک ہو ء اور جس کو ایک توڑا ملا تھا
وُہ بھی پاس آکر کہنے لگا۔ اے خداوند۔ مَیں تجھے جانتا تھا۔ کہ
تُو سخت آدمی ہے۔ اور جہاں نہیں بویا وہاں سے کاٹتا ہے۔
اور جہاں نہیں بکھیرا وہاں سے جمع کرتا ہے ء پس مَیں ڈرا
اور جا کر تیرا توڑا زمین میں چھپا دیا۔ دیکھ۔ جو تیرا ہے وُہ موجود
ہے ء اُس کے مالک نے جواب میں اُس سے کہا۔ اے شریر
اور سُست نوکر۔ تُو جانتا تھا کہ جہاں میں نے نہیں بویا وہاں
سے کاٹتا ہوں۔ اور جہاں میں نے نہیں بکھیرا وہاں سے جمع
کرتا ہوں ء پس تجھے لازم تھا کہ میرا روپیہ ساہوکاروں
کو دیتا تو مَیں آکر اپنا مال سُود سمیت لے لیتا ء پس اِس سے
وُہ توڑا لے لو اور جس کے پاس دس توڑے ہیں اُسے دیدو۔
ء کیونکہ جس کسی کے پاس ہے اُسے دیا جائیگا اور اُس کے
پاس زیادہ ہو جائیگا۔ مگر جس کے پاس نہیں ہے اُس سے
وُہ بھی جو اُس کے پاس ہے لے لیا جائیگا ء اور اس نکمے
نوکر کو باہر اندھیرے میں ڈال دو۔ وہاں رونا اور دانتوں
کا پیسنا ہوگا۔

یہاں ہم یہ دیکھتے ہیں۔ کہ بعض نوکروں نے خدمت اور کام
کے موقع کو کس طرح استعمال کیا۔ اس تمثیل میں تیاری کی تعلیم ہے
دیکھئے دو نوکروں نے آنے والے کام کے لئے کس طرح تیاری کی۔

لیکن تیسرے نے تیاری نہ کی اور بیکار رہا۔ خدا نے ہر ایک کو کوئی نہ کوئی
لیاقت دی ہے۔ اور اس لیاقت کے مطابق وہ ہر ایک کو خدمت اور
خدمت کا موقع دیتا ہے۔ مسیح اس تمثیل میں یہ تعلیم دیتا ہے۔ کہ ایسے
موقعوں سے فائدہ اٹھانے اور کام کرنے سے روحانی ترقی ہوتی ہے جب
ہم کام نہیں کرتے ہم وہ بھی کھو بیٹھتے ہیں جو ہمارے پاس ہوتا ہے۔
ہم صرف کام میں کوشش کرنے اور خدمت کرنے سے ہی بڑھ سکتے ہیں۔
اس طریقے سے ہمارا جسم۔ ہمارا دماغ اور ہماری روح ترقی کرتی ہے۔ ورزش
سے پٹھے مضبوط ہوتے ہیں۔ اگر ہم بیٹھ کر خواہش کریں کہ ہم مضبوط ہو جائیں
یا طاقتور ہونے کے بارے میں کتابیں پڑھیں تو ہم مضبوط اور طاقتور نہیں
ہو سکتے۔ ہاتھ پاؤں ہلانے سے کام بنتا ہے۔ اگر ہم کوئی زبان سیکھنا
چاہیں تو ضرور ہے۔ کہ ہم اپنی گفتگو اسی زبان میں کریں۔ اگر ہم اپنی
زبان استعمال نہ کریں تو زبان کی طاقت اور قابلیت جاتی رہیگی۔ اگر ہم
دماغ اور سمجھ استعمال نہ کریں تو یہ بیکار ہو جائینگے۔ روح کے بارے میں
بھی یہی بات ہے۔ اگر ہم خدمت کی طاقتوں کو نہ برتیں تو وہ جاتی رہینگی
اگر انسان ضمیر کی آواز کو سنے مگر اس کی نہ مانے تو ہوتے ہوتے وہ
بے ضمیر بن جائیگا۔ اور نیکی اور بدی میں تمیز نہیں کر سکیگا۔ ایک
توڑے والے سے توڑا لے لینے کا یہی مقصد ہے۔ اس نے اپنا کام یا فرض
پورا کرنے کی کوشش بھی نہ کی۔

اس کے کئی ایک سبب ہو سکتے ہیں۔ بعض دفعہ ہم سوچتے
ہیں۔ کہ کرنے کے لئے کوئی بڑا کام ہمارے سپرد ہونا چاہیئے۔ پھر جب کوئی
چھوٹا کام ہمیں دیا جاتا ہے ہم اسے ادنے سمجھکر کرتے ہی نہیں۔ اور

بیکار رہتے ہیں۔ اس آدمی میں بھی یہی کسر تھی۔ ورنہ اس نے کوئی قصور نہ
کیا تھا نہ اس نے چوری کی تھی۔ نہ قتل کیا تھا۔ اس نے کچھ بھی نہ کیا تھا
اور یہی اس کا قصور تھا۔ وہ بے کار رہا تھا۔ اور مسیح اس تمثیل میں سکھاتا
ہے کہ بیکار رہنا خدا کی نظروں میں ایک بھاری گناہ ہے۔ یہ بیکاری
خواہ دشمنی سے ہو۔ غرور سے ہو۔ اور خواہ سستی اور غفلت سے ہو۔ اس
طرح ہم چاہے کوئی عملی گناہ نہ ہی کریں فقط بیکار رہنا ہی گناہ ہے۔
ہر ایک کو کوئی نہ کوئی توڑا ملا ہے۔ بعض کے پاس دوسروں کی
نسبت زیادہ توڑے ہیں۔ بعض کے توڑے چھوٹے ہیں۔ بعض کے بڑے
ہیں۔ اگر ہمارے توڑے ہم کو اچھے اور فائدہ مند معلوم نہ دیں۔ تو بھی وہ
ہمارے پاس ہوتے ہیں۔ اور خدا نے یہ توڑے ہم کو استعمال کے واسطے
دئے ہیں۔ اگر ہم ان کو استعمال کرنے کی نیت رکھیں۔ تو خدا ہم کو
موقع ضرور دیگا۔ موقع کے ساتھ خدا ہمت بھی ضرور دیگا۔ خدا ہماری
ہمت سے بڑا کام ہمارے سپرد نہیں کریگا۔ جس طرح ایک رقم سود
سے بڑھتی ہے اسی طرح ہماری قابلیت اور قوت استعمال سے بڑھتی
ہے۔ ہمیں اپنی طاقتوں اور لیاقتوں کو خدا کی خدمت میں استعمال
کرنا چاہیئے۔ اس کا انعام ہم کو یہ ملتا ہے۔ کہ خدمت کے اور تازہ
موقعے عطا ہوتے ہیں۔ یہ ہمارا سب سے اچھا انعام ہوتا ہے۔ اصلی
خدمت کا مطلب یہی ہے کہ مسیح کی خدمت میں اپنا سب کچھ لگا دینا۔
جب ہم اس طرح کرتے ہیں تو خدا اپنی بادشاہت کی خدمت کیواسطے
ہم کو زیادہ قوت اور زیادہ شوق دیتا ہے۔
اگر ہم خدا کی خدمت میں دیانتدار ہیں۔ تو وہ ہمیں اس قسم

کے اِنعام دیتا ہے۔ اور بڑے بڑے کام ہمارے سپرد کرکے ہمیں اعلےٰ موقع
بھی عطا کرتا ہے۔ جب ہم خُدا کے لئے ایک کام دیانتداری سے کرتے ہیں۔
تو گویا کسی دُوسرے اور بڑے کام کے واسطے تیاری پاتے ہیں۔ اس
زندگی کے کام آئیندہ زندگی کے کاموں کی تیاری ہیں۔

مطالعہ کے لئے:۔

ا کرنتھیوں ۱۲: ۴-۱۱:۔ خُدا نہیں چاہتا۔ کہ ہم سب اپنے اپنے
توڑے ایک ہی کام میں یا ایک ہی طریقہ پر استعمال کریں۔ خُدا نے ہر ایک
کو الگ الگ قابلیت دی ہے۔ مقصد سب کا ایک ہی ہے۔ یعنی زمین
پر خُدا کی بادشاہت قائم کرنا۔

لُوقا ۱۹: ۱۱-۱۹:۔ دیانتداری کا اِنعام خدمت کے زیادہ موقع
ہوتا ہے۔ ہم جو کچھ خدا کے واسطے کرتے ہیں اسمیں وُہ ہمیں بڑی خدمتوں کے
واسطے تیار کرتا ہے۔ اور وُہ ہی ہمارا انعام ہوتا ہے۔

لُوقا ۱۹: ۲۰-۲۷:۔ قاعدہ یہ ہے۔ کہ جو کچھ ہمارے پاس ہے اگر
ہم اسے استعمال نہ کریں تو ہم اسے کھو بیٹھتے ہیں۔ ان تمثیلوں میں مسیح
یہی سکھاتا ہے۔ کہ اگر ہم اپنی قابلیت کو استعمال نہ کرینگے تو وُہ جاتی
رہے گی۔

لُوقا ۲۱: ۱-۴:۔ اس بیوہ کے پاس بہت تھوڑا تھا۔ شاید اُس
نے خیال کیا ہوگا۔ کہ میں جو کچھ دے سکتی ہُوں اس سے کیا بنیگا۔
تو بھی اس نے دیدیا۔ اور دینے سے خود حاجتمند ہوگئی۔ سو ہمیں چھوٹی
سے چھوٹی خدمت سے بھی منہ نہیں موڑنا چاہیئے۔ اگر ہمارا ایک توڑا ہے
تو خُدا چاہتا ہے کہ ہم اسی کو استعمال کردیں۔

یُوحنا ۶: ۵-۱۴:۔ اس لڑکے کے پاس ایک ہی توڑا تھا۔ جو اُس
نے بہت مُفید طریقہ پر استعمال کیا۔ اس کو یقین نہ تھا۔ کہ خوراک جو اُس
کے پاس تھی بہت لوگوں کی بھوک مٹائیگی۔ لیکن جب موقع آیا۔ اُس
نے خوشی خوشی جو کچھ تھا دیدیا۔ ہم بعض دفعہ حیران ہو جاتے ہیں۔ کہ جو کچھ
ہمارے پاس ہے۔ اگر ہم وُہ خُدا کے راہ میں خرچ ڈالیں تو کیا ہوگا۔

لُوقا ۱۸: ۱۸-۲۴:۔ اس شخص کے پاس دس توڑے تھے۔ مگر
اس نے استعمال کرنے سے اِنکار کیا۔ اس کے لئے بہت موقع تھا۔
مگر اس نے فائدہ نہ اُٹھایا۔ معلُوم نہیں کہ اس کو بعد میں کوئی موقع
ملا یا نہ ملا۔ شاید ملا ہو۔ لیکن اکثر صرف ایک ہی موقع آتا ہے۔

قاضیوں ۶: ۱۱-۱۸:۔ یہ شخص سمجھتا تھا۔ کہ میرے پاس بہت
کم توڑے ہیں۔ تو بھی اس نے خدا کی آواز سُنی۔ تابعداری کی اور اپنا
مُلک بچا لیا۔ خدمت اور کام کے موقعے خدا کی طرف سے آتے ہیں۔

پیدائش ۳۹: ۲۰-۲۳:۔ یُوسف قید میں تھا۔ تو بھی اُس نے
اپنا توڑا زمین میں نہ دبایا۔ جو کچھ اُس سے ہو سکا اس نے کوشش
سے کیا۔ ہم بعض دفعہ بیدل ہو جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم کو
یہیں کام ختم کردینا چاہیئے۔

مسیح نے سکھایا ہے کہ اپنا توڑا زمین میں نہیں گاڑنا چاہیئے۔
متی ۵: ۱۳-۱۶:۔ وُہ لیمپ جو کہیں چھپا دیا جائے بے فائدہ ہے۔
وُہ نمک جس کا مزہ جاتا رہے بے کار ہے۔ جس آدمی نے اپنا توڑا
چھپا دیا وُہ بھی بے فائدہ تھا۔ مسیح نے کہا یہ سب سے بڑا گناہ ہے۔

غور اور بحث کے لئے سوال

۱- خدا ہمیں کونسے مختلف توڑے دیتا ہے۔ ہمارے پاس کونسے توڑے ہیں؟

۲- تیسرے آدمی کے دل میں اپنے آقا کے بارے میں غلط خیال تھا۔ کیا ایسا نہیں ہوتا۔ کہ جب ہم خدا کے بارے میں غلط خیال اور تصوّر رکھتے ہیں تو ہم اس کی خدمت میں کامیاب نہیں ہوتے۔ کیا یہ درست نہیں۔ کہ ہم اپنے آسمانی باپ کو جیسا سمجھیں گے ویسا ہی ہمارا اخلاق اور ہماری سیرت بنے گی۔

۳- کیا یہ کہنا درست ہے کہ کام کرو تو تم کو آپ ہی طاقت ملیگی۔

دُعا

۱- میری زندگی تُو لے
اُس پر مُہر کر تُو دے
لے تو دن اور وقت بھی سب
ثنا تیری ہو اے رب

۲- کر قبول اِن ہاتھوں کو
اِن سے تیری خدمت ہو
پاؤں بھی کر تو تابعدار
ہوویں تیز اور خوش رفتار

۳- یہ آواز بھی تیری ہے
تیری حمد میں سیری ہے

میرے دِل کو بھی تُو لے
اُس میں آ کے رونق دے

۴- عقل کی کل طاقتیں
کام میں تیرے صرف ہوویں
مرضی اپنی دیتا ہوں
تیری مرضی لیتا ہوں

۵- اُلفت کا خزانہ بھی
لاتا ہوں میں با خوشی
مجھ کو لے سب سر تا پا
تیرا نت میں رہونگا

۹ ۔ نادان کنواریاں

متی ۲۵ : ۱-۱۳ ۔ اُس وقت آسمان کی بادشاہت اُن دس
کنواریوں کی مانند ہوگی جو اپنی اپنی مشعلیں لے کر دُولھا کے
استقبال کو نکلیں ۔ اُن میں پانچ بیوقوف اور پانچ عقلمند تھیں
۔ جو بیوقوف تھیں اُنہوں نے اپنی مشعلیں تو لے لیں مگر تیل
اپنے ساتھ نہ لیا ۔ مگر عقلمندوں نے اپنی مشعلوں کیساتھ
اپنی کُپّیوں میں تیل بھی لے لیا ۔ اور جب دُولھا نے دیر
لگائی تو سب اُونگھنے لگیں اور سو گئیں ۔ آدھی رات کو دھوم
مچی کہ دیکھو دُولھا آگیا ! اُس کے استقبال کو نکلو ۔ اُس
وقت وہ سب کنواریاں اُٹھ کر اپنی اپنی مشعلیں درست
کرنے لگیں ۔ اور بیوقوفوں نے عقلمندوں سے کہا۔ کہ
اپنے تیل میں سے کچھ ہمیں بھی دیدو۔ کیونکہ ہماری مشعلیں بُجھی
جاتی ہیں ۔ عقلمندوں نے جواب میں کہا کہ شاید ہمارے
تمہارے دونوں کے لئے پُورا نہ ہو۔ بہتر یہ ہے کہ بیچنے والوں
کے پاس جا کر اپنے واسطے مول لے لو ۔ جب وہ مول لینے
جا رہی تھیں تو دُولھا آپہنچا۔ اور جو تیار تھیں وہ اُس کے
ساتھ شادی میں چلی گئیں اور دروازہ بند کیا گیا ۔ پیچھے
وہ باقی کنواریاں بھی آئیں ۔ اور کہنے لگیں ۔ اے خداوند
اے خداوند۔ ہمارے لئے دروازہ کھول دے ۔ اُس نے

جواب میں کہا ۔ مَیں تم سے سچ کہتا ہوں ۔ کہ مَیں تمہیں نہیں جانتا
۔ پس جاگتے رہو۔ کیونکہ تم نہ اُس دن کو جانتے ہو۔ نہ اُس
گھڑی کو۔

اس تمثیل میں مسیح نے سریانی شادی کی مثال سے اس تیاری
کا سبق سکھایا ہے ۔ جو نہایت خبرداری اور دیانتداری سے کی جائے۔
سریانی لوگ بیاہ شادیاں رات ہی کو رچاتے تھے ۔ بیاہ میں سب سے
زیادہ رونق اور دُھوم دھام والا حصّہ دُلھن کو ماں باپ کے گھر سے
دُولھا کے گھر میں لانا ہوتا تھا۔ دُولھا عموماً گہری شام کو اپنے گھر
سے اپنے دوستوں کے ساتھ نکلتا تھا۔ ان کے ہاتھوں میں روشنی
کے واسطے مشعلیں ہوتی تھیں ۔ اور وہ سب برات کیساتھ رات کو اندھیرا
پڑے دُلھن کے مکان پر پہنچتے تھے ۔ ادھر دُلھن بھی اپنی سہیلیوں
اور ہمجولیوں کے ساتھ ہاتھوں میں مشعلیں لئے ہوئے دُولھا کا
استقبال کرتی تھیں ۔ اس کے بعد سارا مجمع دُولھا کے گھر جاتا
تھا اور وہاں شادی کی ضیافت کھاتا تھا۔

اس تمثیل میں وہ کنواری لڑکیاں جن کے ہاتھوں میں
مشعلیں تھیں ، اور جو دُولھا کی آمد پر مشعلیں لے کر دُولھا کو ملنے
والی تھیں سو گئیں ۔ کیونکہ دُولھا نے آنے میں دیری کی ۔ اس
تمثیل کی تعلیم کا اصل نکتہ دونوں گروہوں کے فرق میں ہے ۔
جب دُولھا نے دیر کی تو وہ سب کی سب سو گئیں ۔ لیکن ان
میں سے پانچ نے عقلمندی کی اور ایسی تیاری کی ۔ کہ وقت پڑے
پر ان کو پریشان اور شرمندہ نہ ہونا پڑے ۔ جو باقی پانچ تھیں اُنہوں

نے ایسا نہ کیا۔ پانچ ہوشیار اور آگے کو سوچنے والی تھیں۔ لیکن
پانچ سُست اور بے پرواہ تھیں۔ +

اس تمثیل میں مسیح نے اس تیاری کی تعلیم دی ہے۔ جو
خبرداری اور عقلمندی سے کی جائے۔ ہمیں ہر ایک آنیوالی گھڑی
کے واسطے ہر وقت اور ہمیشہ تیار رہنا چاہیئے۔ کیونکہ ہم نہیں جانتے
کہ خُدا کب اور کونسا کام ہم سے طلب کریگا۔ ہمیں اپنے دنیاوی کار
و بار کے واسطے بھی ہمیشہ تیار رہنا چاہیئے۔ ہماری تیاری ایسی
ہونی چاہیئے جو ہر وقت ہوتی رہے اور ہمیشہ کام دے سکے۔ ایک
ہی بار تیاری کرنا۔ اس تیاری کو کافی سمجھنا اور پھر بے پرواہ رہنا
کافی نہیں ہے۔ تمثیل کی پانچ کنواریوں نے اپنی اپنی مشعلوں میں
تیل بھرا۔ دُلھن کے گھر گئیں۔ قدرے اِنتظار کیا۔ پھر سو گئیں۔
ان کی مشعلوں میں دُلھن کے گھر تک آنے اور اس کے ساتھ دُولھا
کے مکان تک جانے کے واسطے تیل تھا۔ مگر وہاں تو انتظار کرنا پڑ
گیا۔ یہ اتفاقیہ معاملہ تھا۔ وُہ اس واسطے تیار نہ تھیں۔ باوجود اس
کے وُہ سو گئیں۔ مگر باقی پانچ کنواریوں نے پُوری تیاری کی۔ مشعلوں
میں تیل ڈالا اور عقلمندی کی کہ کپّوں میں تیل ساتھ بھی لے لیا۔ +

وُہ جو خُدا کی بادشاہت کے لوگ ہیں اُنہیں ہر وقت اور
ہمیشہ تیار رہنا چاہیئے۔ رُوحانی دُنیا میں کوئی چُھٹی نہیں ہوتی۔ نہ
سستانے کی گھڑی ہوتی ہے۔ ہم کبھی یہ نہیں کہہ سکتے۔ کہ ہم نے
کافی کر لیا ہے۔ اب اور کچھ کرنے کی ضرورت نہیں۔ جو ہم نے کل
تیاری کی تھی۔ وُہ کل کے واسطے کافی تھی۔ ہر دن اپنی مشکلات اور

آزمائشیں ساتھ لے کر آتا ہے۔ اور ہم کو ہر دن کے مطابق تیاری کرنا
ضروری ہے۔ ہماری تیاری ایک لگاتار کام ہے۔ اگر ہم کلام پڑھنے یا
دُعا مانگنے میں غفلت کریں۔ تو اچانک ہی ہماری ضرورت پڑ سکتی ہے۔
اور ممکن ہے کہ ہماری مشعل میں تیل نہ ہو۔ رُوح کی مشعل ہمیشہ ٹھیک
ٹھاک اور تیار ہونی چاہیئے۔ +

خیال پیدا ہو سکتا ہے۔ کہ جن کے پاس کپّیوں میں تیل تھا۔ وُہ
بہت خود غرض تھیں۔ اُنھوں نے کیوں نہ اپنی ساتھ والیوں کو تیل
دیا۔ ان کی ضرورت میں کیوں نہ مدد کی۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ
ایک اِنسان اپنی زندگی کی خُوبیوں اور خصلتوں میں سے دُوسرے کو
کچھ نہیں دے سکتا۔ ہاں صلاح اور نصیحت دے سکتا ہے۔ اس سے
زیادہ کچھ نہیں کر سکتا۔ جن لوگوں نے زندگی میں تیاری نہیں کی۔ وُہ
دُوسروں کی تیاری سے فایدہ نہیں اُٹھا سکتے۔ یہاں خاص خیال پیش
کیا گیا ہے۔ کہ ایک آدمی دوسرے کی اعلےٰ اور خوبصورت زندگی سے
نہیں بلکہ اپنی ہی زندگی سے پھل حاصل کر سکتا ہے۔ ہمیں اپنی
زندگی خود ہی بنانی پڑتی ہے۔ دُوسرا آدمی ہماری زندگی نہیں بنا
سکتا۔ اپنی زندگی ہمیں خود ہی بنانی پڑتی ہے۔ جب موقع پڑے اور
ہمیں معلوم ہو۔ کہ ہم نے تیاری نہیں کی۔ اور اس موقع کے واسطے
تیار نہیں ہیں۔ تو اس وقت دُوسرے کی صفت اور خُوبی کام نہیں
دیگی۔ موقع سے پہلے جو دن گزر گئے ان میں تیاری کا وقت تھا۔ موقع
پر فوراً ہی اتنے دنوں کا کام یعنی تیاری کا کام کس طرح ہو
سکتا ہے۔ +

اس میں ایک اور خاص خیال اور نکتہ بھی پیش کیا گیا ہے۔ وہ یہ کہ زندگی میں موقع ایک ہی بار آتا ہے۔ اگر وہ وقت نکل جائے۔ تو سوائے افسوس کے کچھ بھی باقی نہیں رہ جاتا۔ نہ ہی پھر وہ موقع آتا ہے۔ کسی کو یہ علم نہیں ہوتا۔ کہ کونسا موقع آئیگا اور کب آئیگا۔ ہمیں چاہیئے۔ کہ ہم ہمیشہ تیاّر رہیں ✤

بعض دفعہ موقع اس واسطے نکل جاتا ہے۔ کہ جو محبّت ہم نے شروع میں مسیح کے ساتھ رکھّی تھی ہم اس میں قائم نہ رہے۔ ہوتے ہوتے وہ محبّت ٹھنڈی ہو جاتی ہے۔ یہ کافی نہیں کہ ہماری محبّت کی آگ تھوڑی دیر تک چمکے۔ ہم میں سرگرمی پیدا کرے اور پھر ٹھنڈی ہو جائے۔ ضرور ہے کہ اس میں تیل برابر ڈالا جائے۔ ورنہ سرگرمی ٹھنڈی ہو جائیگی اور وقت پڑے پر ہم کچھ نہیں کر سکیں گے۔ ایک مسیحی کا یہ مقولہ ہونا چاہیئے۔ "لگاتار تیاری" ✤

مطالعہ کے لئے :-

لوقا ۱۸: ۳۵-۴۳۔ یہاں ایک شخص کا ذکر ہے جس نے اپنی ایسی عادت بنا رکھّی تھی کہ ہمیشہ جب موقع پڑے تو موقع کو ہاتھ سے جانے نہیں دیتا تھا۔ اس کی ضرورت اس کو موقع سے فائدہ اُٹھانے کے واسطے ہر وقت تیاّر اور ہوشیار رکھتی تھی۔ وہ اپنی ضرورت کو سمجھتا تھا۔ ہم بعض دفعہ اسی واسطے موقع کھو دیتے ہیں۔ کہ اپنی ضرورت کو نہیں سمجھتے اور نہیں محسوس کرتے ✤

کیا ہم مسیح کی رفاقت کے لئے ہر ایک موقع سے فائدہ اٹھانے کیلئے تیاّری کرتے ہیں

متی ۲۴: ۴۲-۴۴ :- اگر ہمیں علم ہو جائے۔ کہ چور فلاں گھڑی آئیگا تو ہم اس کے آنے سے پہلے تیاّر رہ سکتے ہیں۔ ہمیں ہر وقت اور ہمیشہ تیاّر رہنا چاہیئے۔ اگر ہم مسیح کی آمد کے واسطے تیار رہنا چاہتے ہیں تو ہم کو خبرداری کرنی چاہیئے۔ جب ہم اپنی یا جماعت کی زندگی میں مسیح کی حضوری محسوس کرتے ہیں تو وہی مسیح کی آمد ہوتی ہے۔ وہ قوم کی یا کل مُلک کی زندگی میں بھی آ سکتا ہے۔ اس کا ہر ایک ظہور اس کی آمد ہے۔ اور اگر ہم اس کی آمد کے واسطے تیار نہ ہوں تو ہو سکتا ہے کہ موقع نکل جائے اور ہم ہاتھ ملتے رہ جائیں ✤

متی ۲۴: ۴۵-۵۱ :- آڑے وقت میں فقط دیانتداری ہی ہم کو بچا سکتی ہے۔ دیانتداری سے فرض ادا کرنا آنے والے دنوں کے واسطے بہتر قسم کی تیاّری ہے۔ دیانتداری سے کام کرنے اور صبر سے انتظار کرنے سے ہی مسیح کی حضوری سے دل میں ایمانداری اور روحانی جوش پیدا ہوگا ✤

متی ۲۶: ۳۶-۴۳ :- مسیح کو معلوم تھا گو شاگردوں کو معلوم نہیں تھا۔ کہ امتحان اور آزمائش کی ایک گھڑی آنے والی ہے۔ اس واسطے اس نے کہا جاگو اور دُعا مانگو ✤

ان شاگردوں نے تیاری کرنے اور لگاتار جاگنے یعنی ہشیار رہنے کی ضرورت کو محسوس نہ کیا۔ نتیجہ یہ ہُوا۔ کہ جب وہ گھڑی آئی تو رہ گئے جب کوئی ہماری آنکھوں کے سامنے ہی ڈوب کر مر رہا ہو۔ اس وقت تیرنا سیکھنا شروع کرنا بیکار ہے۔ اسی طرح کسی آزمائش کے آنے پر اس کے مقابلہ کی تیاّری شروع کرنا بیکار ہے ✤

متی ۲۶: ۶۹-۷۵ :- یہاں تیاری نہ کرنے کا نتیجہ دکھائی

دیتا ہے۔ جب جاگنے اور دُعا مانگنے کا وقت تھا حضرت پطرس اس وقت نیند کے مزے لے رہے تھے۔ جب وقت پڑا تو بجائے حوصلے اور دلیری کے اس نے بزدلی اور کمزوری دکھائی۔ جب تک ہم نے ایک مضبوط اور مُحکم اخلاق نہ بنایا ہو ہم آزمائش کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ تیاری کرنا اور ساری قوّت کے سرچشمہ سے تعلّق مضبوط کرنا بہت ضروری ہے۔

یعقوب ۱:۱-۴ :- امتحان اور آزمائش بے شک خطرہ پیدا کرتے ہیں مگر ساتھ ہی مضبوطی کا موقع بھی ان میں ہوتا ہے۔ آزمائش میں کامیاب ہو کر انسان ترقی کرتا اور اعلےٰ درجہ بھی پاتا ہے۔ اسی واسطے یعقوب رسُول کہتا ہے۔ کہ جب جب ہماری آزمائش ہو۔ ضرور ہمیں خوش ہونا چاہئے۔ اگر ہماری آزمائش نہ ہو تو ہم ترقی بھی نہیں کر سکتے۔

غور و بحث کے لئے سوالات

۱- اگر تُم مسیح کے ساتھ یعنی اس کی رفاقت میں زندگی گزارنا چاہتے ہو تو ہر روز تیاری کے واسطے کتنا وقت خرچ کرنا چاہئے۔

۲- ہم مسیحی زندگی کے واسطے کس طرح لگاتار تیاری کر سکتے ہیں

۳- کیا یہ سچ ہے کہ سُستی ایک بڑا گناہ ہے؟

دُعا:-

اے خُدا تو جو سوتا نہیں اور نہ اُونگھتا ہے اور نہ کبھی غافل ہوتا ہے بخش دے کہ میں جو تیری صُورت پر بنایا گیا ہوں تیری یہ صُورت اور صفت مجھ میں پائی جائے۔

اے مسیح تو جس نے فرمایا ہے کہ جاگو اور دُعا مانگو۔ تمہاری کمر کسی رہے اور تمہارا دیا جلتا رہے۔ بخش دے کہ میں تیری طرح جاگتا اور دعا مانگتا رہوں تاکہ آزمائش میں گر نہ جاؤں۔

اے پاک رُوح تو جو ہر دم ایمانداروں کو جگاتا اور سکھاتا ہے۔ میری غفلت اور سُستی سے مجھے جگا اور ہوشیار کر۔ کہ ہر ایک آزمائش سے میں مضبوط ہو جاؤں اور جب تو آئے میں تیار پایا جاؤں۔ مسیح مصلوب کی خاطر۔ آمین۔

---

۱۰ - چھپاہوا خزانہ - متی ۱۳: ۴۴

بیش قیمت موتی - متی ۱۳: ۴۵-۴۶ -

متی ۱۳: ۴۴: - آسمان کی بادشاہت کھیت میں ایک چھپے ہوئے خزانے کی مانند ہے۔ جسے کسی آدمی نے پاکر چھپا دیا اور خوشی کے مارے جاکر جو کچھ اس کا تھا بیچ ڈالا اور اس کھیت کو مول لے لیا ۔

متی ۱۳: ۴۵-۴۶: - پھر آسمان کی بادشاہت اُس سوداگر کی مانند ہے جو عمدہ عمدہ موتیوں کی تلاش میں تھا۔ جب اُسے ایک بیش قیمت موتی ملا تو جاکر جو کچھ اُس کا تھا سب بیچ ڈالا اور اُسے مول لے لیا ۔

ان تمثیلوں کو سمجھنے کا بھید ان الفاظ میں ہے کہ "جو کچھ اس کے پاس تھا"۔ جس آدمی نے کھیت میں خزانہ دیکھا۔ اس نے جو کچھ اس کے پاس تھا سب کچھ بیچ دیا۔ تاکہ کسی طرح کھیت حاصل کرے۔ وُہ اس کھیت کو باقی چیزوں سے بڑھ کر سمجھتا تھا۔ اس کے پاس جتنی چیزیں تھیں کھیت ان سب سے زیادہ قیمت والا اور قدر والا تھا۔ اسی واسطے وُہ کھیت کے لئے اپنی ہر ایک چیز دینے کو تیار تھا ۔

جس شخص نے اعلےٰ قسم کا موتی دیکھا اس نے اپنے چھوٹے

موٹے سب موتی بیچ دئے تاکہ وُہ بڑا موتی خریدنے کو اس کے پاس روپیہ ہو۔ وُہ ایک ہی موتی حاصل کرنا چاہتا تھا۔ اور اس کو خریدنے کے لئے وُہ سب کچھ کرنے کو تیار تھا۔ یہ اس کی تمام جائیداد سے زیادہ قیمت کا تھا۔ اور اس کو بہت ہی عزیز تھا۔ اسی واسطے اس نے جو کچھ اس کے پاس تھا بیچ ڈالا ۔

ان دو تمثیلوں میں مسیح نے یہ تعلیم دی ہے کہ کوئی شئے ہے جو زندگی میں بہت ہی بیش قیمت ہے۔ اور اس کو حاصل کرنے کے واسطے ضرور ہے۔ کہ ہم "اپنا سب کچھ بیچ دیں"۔ ایک ایسا خزانہ ہے جو ہمارے کل سامان سے بڑھکر قیمتی ہے۔ جب یہ خزانہ ملے تو جس قیمت پر بھی مل سکے اس کو ضرور حاصل کر لینا چاہیئے ۔

عام طور پر بھی زندگی میں یہی حال ہے۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ خوب گزرے اور خوب کٹے تو ضرور ہے کہ ان چیزوں اور باتوں کو جو مزے سے زندگی گزارنے میں روکاوٹ پیدا کرینگی قربان کیا جائے۔ اگر کوئی آدمی تجارت اور سوداگری میں کامیاب ہونا چاہے تو اس کو ضروری ہے۔ کہ ہمدردی اور دین داری کی طبیعت چھوڑ دے اور سخت دل ہو۔ خدائی اور روحانی باتوں کے بارے میں بھی یہی بات ہے۔ اگر ہم خدا کا خزانہ یعنی اس کی سچائی اور اس کی محبت کا خزانہ حاصل کرنا چاہیں تو ضرور ہے کہ ہم ان تمام باتوں کو جو ہمیں اس خزانے سے روک سکتی ہیں ترک کریں۔ اگر ہم خدا کا گیان حاصل کرنا چاہتے ہیں تو سب روکاٹوں کو دُور کرکے ہی کر سکتے ہیں ۔

ان تمثیلوں میں مسیح نے کس خزانہ کی طرف اشارہ کیا ہے؟

ان تمثیلوں میں مسیح نے خدا کی بادشاہت کی طرف اشارہ کیا ہے۔ جو ہمارے دِل میں اور ہمارے اندر ہے۔ یعنی ایشوری گیان اور خدا کی مُحبت جو صرف خدا کے ساتھ گہری رفاقت رکھنے سے آتے ہیں۔

اگر ہم اس خزانہ کو جو دُنیا کے تمام خزانوں سے بڑھکر ہے حاصل کرنا چاہتے ہیں تو ہم کو "سب کچھ جو ہمارے پاس ہے" بیچنا پڑیگا۔ یعنی زندگی کی روکاوٹوں کو دُور کرنا ہوگا۔ مسیح کہتا ہے کہ دُنیا کی کوئی چیز ایسی عزیز اور قدر والی نہیں ہے کہ اس کو چھوڑا نہ جائے۔

مسیح کے ایماندار بندوں کے واسطے وُہ شئے جو سب سے اعلےٰ ہے حاصل کرنے کے لائق ہے۔ جس طرح موتیوں کے سوداگر نے وُہ موتی جو اس کے پاس تھے حالانکہ اچھے تھے بیچ ڈالے تھے تاکہ اعلےٰ موتی حاصل کرے۔ اور جب تک اُسے حاصل نہ کر لیا دم نہ لیا۔ اسی طرح واجب ہے کہ جب تک ہم وُہ خزانہ جو خُداوند کریم نے ہمارے واسطے رکھا ہے حاصل نہ کرلیں دم نہ لیں۔

ہوسکتا ہے کہ جو کچھ ہمارے پاس ہے بہت اچھا ہے۔ مگر ہمیں اس کی کوشش کرنا چاہیئے جو اعلےٰ ہے۔

کیا ہم تیار اور رضامند ہیں کہ جو کچھ ہمارے پاس ہے ہم اِسے بیچ دیں؟ کیا اکثر ایسا نہیں ہوتا کہ ہم سب سے اعلےٰ اور بیش قیمت موتی حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ اور جو کچھ ہمارے پاس ہوتا ہے اِسے بھی رکھنا چاہتے ہیں۔ ہم اپنا مال بھی پاس ہی رکھنا چاہتے ہیں اور کھیت حاصل کرنے کی آرزو بھی رکھتے ہیں۔ لیکن تجربے سے معلوم

ہوگیا کہ یہ نہیں ہوسکتا۔ یہ ناممکن ہے جب تک ہم خدا اور اُس کی خدمت کے واسطے اپنے آپ کو اور جو کچھ ہمارے پاس ہے اُس کو مخصوص نہ کریں ہم اس کے خزانہ کو نہیں پا سکتے۔ جب تک پوری زندگی کی مخصوصیت نہ ہو ہم اس خزانہ کو بالکل حاصل نہیں کرسکتے۔

ہم اکثر چاہتے ہیں کہ ہماری مرضی پُوری ہو اور خدا کی مرضی بھی پُوری ہو مگر یہ کس طرح ہوسکتا ہے یہ ناممکن ہے۔

دیکھو دو تو طریقے ہیں جن سے خزانہ حاصل ہوا۔ کھیت والا خزانہ اتفاقیہ ملا۔ وہ آدمی خزانہ کی تلاش میں نہ نِکلا تھا۔ کام کرتے کرتے اچانک خزانہ اُس کو مِل گیا۔ بعض آدمیوں کو خدا کا خزانہ اسی طرح ملتا ہے۔ وہ اپنا کاروبار کرتے ہیں۔ اور شاید خدا کی بادشاہت کے بارے میں کبھی سوچتے بھی نہیں نہ فکر کرتے ہیں کہ اچانک ہی خدا اپنے آپ کو ان پر ظاہر کر دیتا ہے۔ وہ حیران پریشان ہوجاتے ہیں اور اس خوشی میں اپنی زندگی اور اپنا سب کچھ خدا کے قدموں میں رکھ دیتے ہیں۔

دُوسرا آدمی خزانہ کی تلاش میں تھا۔ اور کوشش سے ڈھونڈ رہا تھا۔ اُس کو معلوم تھا کہ کسی جگہ ایک بیش قیمت موتی ہے اور وہ روز روز اُس کی تلاش کرتا رہا۔ کرتے کرتے آخر یہ موتی اس کو مِل گیا۔ تب اس نے کہا کہ جس موتی کی زندگی بھر تلاش کی تھی وہ مِل گیا ہے۔ اسی طرح بعض لوگ خدا کی تلاش کرتے ہیں۔ وہ صبر سے اس کو ڈھونڈتے ہیں۔ اور ڈھونڈتے ڈھونڈتے خُدا کو پا ہی لیتے ہیں۔ ان کی زندگی میں خوشی۔ سُرور اور لُطف آجاتا ہے۔ اور وہ اپنا سب کچھ دے

ڈالتے ہیں تاکہ خدا کے ساتھ رہ سکیں۔ خزانے کو دیکھ لینا ایک
آزمایش ہے۔ جب ہم خدا کے خزانے کو دیکھ لیتے ہیں تو ہم گویا آزمائے
اور پرکھے جاتے ہیں کہ ہم کیسے ہیں۔ کہ آیا ہم اس کی قدر کرتے اور اس
کے حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں یا اپنے عام حالات میں ہی خوش
رہتے ہیں۔ یہ آزمایش ہم میں سے ہر ایک پر آتی ہے۔ جن شخصوں کا
تمثیلوں میں بیان ہے۔ اُنہوں نے خزانہ دیکھا۔ اس کی قدر پہچانی۔
اور اُسے حاصل کیا۔

ہماری کیا حالت ہے؟

مطالعہ کے لئے:۔

فلپیوں ۳: ۴-۷ = پولُس سچائی کا متلاشی تھا۔ جس طرح اچھے
موتیوں کا متلاشی تلاش کرتا رہا۔ اسی طرح پولُس تلاش کرتا رہا۔ آخر
ایک دن سچائی اس پر ظاہر ہوئی۔ تب پولُس نے وہ سب کچھ جو پہلے
اس کی نظروں میں بیش قیمت تھا چھوڑ دیا تاکہ وہ اس سچائی کی
پیروی اچھی طرح کر سکے۔ جو باتیں پہلے اس کے واسطے پیاری اور
ضروری تھیں وہ سب نکمّی بن گئیں۔

متی ۹:۹ = یہ اس شخص کی مثال ہے جو سچائی کی تلاش میں نہ تھا
بلکہ کھیت میں چھپا ہوا خزانہ پانے والے کی طرح جب وہ اپنا کاروبار
کر رہا تھا اس کو سچائی مل گئی۔ متی محصول کی چوکی پر بیٹھا اپنا کام کر
رہا تھا۔ جب اُس کو بُلاہٹ آئی۔ اُس نے فوراً یہ خزانہ پہچان لیا۔
اور اس پر قبضہ پانے کی پوری پوری توجہ سے کوشش کرنے لگا۔ اس
کو بے شک سچائی اچانک ملی لیکن اُس نے سچائی کو جانے نہ دیا۔ کیا

ہم اسی طرح موقع سے فائدہ اُٹھانے کے واسطے ہمیشہ تیار ہوتے ہیں۔

لوقا ۵: ۸-۱۱ = یہ لوگ اپنا کام توجہ اور کوشش سے کر رہے تھے
جب حقیقت اُن کو مل گئی۔ جب اُنہوں نے اس روز سویرے سویرے
کام شروع کیا تو اُن کو علم بھی نہ تھا کہ آج ایسی دولت ملیگی۔ لیکن جب
وہ خزانہ ملا تو اُنہوں نے اس کی قدر کی۔ اُنہوں نے دیکھا کہ یہ دولت
ایسی ہی جو پہلے کبھی نہ دیکھی تھی۔ اُنہوں نے فوراً اس کو حاصل کر لیا۔
اُنہوں نے مسیح کی بُلاہٹ کو اپنے پیشہ سے اور گھر و خاندان سے بھی افضل
و بہتر سمجھا اور اس کی پیروی میں نکل کھڑے ہوئے۔

لوقا ۱۹: ۱-۱۰ = یہ اس شخص کا بیان ہے جس نے خزانہ کی تلاش تو
کی مگر کوشش کے ساتھ نہیں۔ اُس نے صرف تعجب و تماشہ کے طور
پر اس کی تلاش کی۔ اس قسم کی حیرت و انوکھی چیز کو دیکھنے اور پرکھنے
کی خواہش سچائی کی تلاش کی بنیاد ہوتی ہے۔ یہ اس کا پہلا قدم تھا
اور اس نے وہ چیز پائی جو اس کی امیدوں سے کہیں بڑھ چڑھ کر تھی
اس کی اس نے قدر پہچانی اور فوراً اس کو حاصل کرنے میں لگ گیا
کیا ہم بھی زکی کی طرح سرگرمی اور جوش رکھتے ہیں۔ کیا ہم جانتے
ہیں کہ وہ سچائی جو مسیح میں ہے اور مسیح سے حاصل ہوتی ہے دنیا
میں سب سے اعلیٰ چیز ہے۔

متی ۱۹: ۱۶-۲۲ = ہم اُس آدمی کو ضرور بیوقوف کہینگے جو کسی
اچھی چیز کی تلاش میں ہو اور جب وہ مل جائے تو اس کو حاصل کرنے
یا خریدنے کی کوشش نہ کرے۔ حالانکہ قیمت بھی اس کے پاس
ہو۔ وہ شخص جو عمدہ موتی کی تلاش میں تھا جب موتی اس کو مل گیا

اگر وہ اس وقت اس موتی کو نہ خریدتا تو ہم اس کو بیوقوف کہتے۔

یہاں ایک نوجوان کا ذکر ہے جو سچائی کی تلاش میں تھا اور جب سچائی اس کو مل گئی۔ اس نے سچائی کو قبول نہ کیا۔ اس لئے کہ روپیہ پیسہ کو اور دنیا کے مال کو جو وہ روپیہ سے حاصل کر سکتا تھا وہ زیادہ پیار کرتا تھا۔ وہ سچائی کو اول درجہ کی چیز نہ سمجھتا تھا۔

۱ کرنتھیوں ۳: ۲۱-۲۳ = خدا کی بادشاہت اور اُس کی سچائی ایک ایسا موتی ہے جو سب سے اعلےٰ اور افضل ہے۔ اس موتی سے ہم کو یہاں اور دُوسرے جہان میں کثرت کی زندگی ملتی ہے۔ اور ہم دُکھوں، آزمائشوں اور تکلیفوں کو کوئی شے نہیں سمجھتے۔ سچائی ہم کو آزاد کرتی ہے۔ اور کامل راہ میں ہماری راہنمائی کرتی ہے۔

کیا ہم نے اس کثرت کی زندگی کا مُشاہدہ کیا ہے؟

متی ۸: ۲۱-۲۲ = مسیح اُس شخص کو کہتا ہے کہ اگر تم خدا کی بادشاہت اور اس کی راستبازی کو حاصل کرنا چاہتے ہو تو کسی چیز کا یہاں تک کہ خاندان اور بال بچوں کا بھی دریغ نہ کرو۔

اگر ہم خدا کی بادشاہت کو پیار کرتے ہیں تو ہم کسی چیز کو خواہ وہ کتنی عزیز کیوں نہ ہو دریغ نہ کرینگے۔

متی ۱۰: ۳۷-۳۹ = یہاں بھی مسیح وہی تعلیم دیتا ہے کہ اگر ہم نیک نیت اور اخلاص سے خدا کی بادشاہت کے موتی کی تلاش کریں تو کسی دنیاوی چیز کی پرواہ نہ کرینگے۔ جو چیز ہماری نظروں میں نفیس اور قدر والی ہے اس کے حاصل کرنے میں ہم ہمت نہیں ہارینگے۔

متی ۵: ۶ مسیح کہتا ہے جو راستبازی کے بھوکے اور پیاسے

ہیں جب تک اس راستبازی کو حاصل نہ کریں دم نہ لیں گے۔ ایسے لوگوں کو مسیح نے مبارک لوگ کہا ہے۔

ہمارے دل میں خدا کی بادشاہت اور اس کی راستبازی کی بھوک اور پیاس ہونی چاہئے۔ پھر ہم بہت کوشش کرینگے اور ہماری کوشش ضرور کامیاب ہوگی۔

لوقا ۱۱: ۳۱-۳۲ = دنیا میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے ایک محقق یعنی چیزوں کی تحقیقات اور تفتیش کرنے والا دماغ ضروری ہے۔ خدا کی بادشاہت میں کامیاب ہونے کے لئے بھی ایسے دماغ کی ضرورت ہے۔ جب تک ہم صبر اور استقلال سے تفتیش کرنے کی طبیعت حاصل نہیں کرتے ہم کسی چیز کی تلاش میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ مسیح ملکہ سبا کی مثال دیکر کہ کس طرح وہ سلیمان کی حکمت معلوم کرنے کے لئے دُور ملک سے آئی یہودیوں کو شرمندہ کرتا ہے کہ خدا کی بادشاہت تو سلیمان کی حکمت سے بڑھ چڑھ کر ہے تو بھی ہم ملکہ سبا کی طرح تفتیش و تلاش نہیں کرتے۔

لوقا ۱۱: ۹-۱۰ = بعض دفعہ ہمارے دل میں شک پیدا ہوتا ہے اور ہم کہتے ہیں کہ تلاش کرنے کی کیا ضرورت ہے ہمیں کچھ ملیگا تو نہیں کیا ضرور ہماری کوشش کامیاب ہوگی؟ لیکن مسیح نے یقین دلایا ہے کہ اگر ہم ڈھونڈینگے تو ضرور پائینگے۔ پس شرط یہی ہے کہ ہم ڈھونڈا کریں اور کھٹکھٹایا کریں۔ دودلی سے یا بے امیدی سے نہیں بلکہ پوری امید کے ساتھ۔ ہماری سُستی اور لاپرواہی عموماً ہمیں کامیاب نہیں ہونے دیتی خدا اپنی بادشاہت کے بھید کاہل اور سُست لوگوں پر کبھی ظاہر نہیں کرتا۔

غور و بحث کے لئے سوالات۔

۱۔ تمہارے خیال میں وہ کون سی باتیں ہیں جو انسان کو خدا کا خزانہ حاصل کرنے سے روک رکھتی ہیں؟ کیا ان میں سے کوئی رکاوٹ تمہاری زندگی میں بھی ہے؟

۲۔ تمہارے خیال میں خزانہ کیا ہے؟

زندگی میں کون سی چیز بہترین اور اعلےٰ ہے جس کو حاصل کرنے کے لئے کوشش کرنا چاہئے؟

۳۔ اگر کوئی تلاش کرے تو کیا وہ ضرور ہی حاصل کریگا؟

دُعا۔

اے میرے نجات دینے والے خدا میں تیرا شکر کرتا ہوں کہ تو نے اپنی بادشاہت کے بھید حقیر اور سادہ دل لوگوں پر ظاہر کئے ہیں۔ اے باپ تجھے پسند آیا کہ تو اُنہیں آسمان کی بادشاہت کا خزانہ عطا کرے۔

اے میرے مالک مجھ گنہگار پر رحم کر۔ میری آنکھیں کھول میرے دماغ کو روشن کر کہ میں سُستی لاپرواہی اور کم ہمتی کو چھوڑ کر جرأت مردانگی اور استقلال کے ساتھ تیرے بیش بہا خزانے کی تلاش کروں۔ اور جب وہ مجھے جہاں بھی ملے میں اپنا تن من دھن دے کر اُسے حاصل کروں۔

اے معاف کرنے والے خُدا میں نے زندگی میں کتنے ہی موقعے کھو دئے مجھے معاف کر اور بخش دے کہ جب تیری بادشاہت کے بیش قیمت موتی کو حاصل کرنے کا موقع آئے۔ تو میں اُسے جانے نہ دُوں۔ مسیح کی خاطر جو اس بادشاہت کا شہزادہ ہے۔ آمین!

(۱۱) نیک سامری

لوقا ۱۰: ۲۹-۳۷ = ۰ مگر اُس نے اپنے تئیں راستباز ٹھیرانے کی غرض سے یسوع سے پُوچھا پھر میرا پڑوسی کون ہے؟ ۰ یسوع نے جواب میں کہا ایک آدمی یروشلیم سے یریحو کی طرف جا رہا تھا۔ کہ ڈاکوؤں میں گھِر گیا۔ اُنہوں نے اُس کے کپڑے اُتار لئے اور مارا بھی اور آدھ مُوا چھوڑ کر چلے گئے ۰ اتفاقاً ایک کاہن اُسی راہ سے جا رہا تھا۔ اور اُسے دیکھ کے کترا کر چلا گیا ۰ اسی طرح ایک لیوی اُس کی جگہ آیا۔ اور وہ بھی اُسے دیکھ کے کترا کر چلا گیا ۰ لیکن ایک سامری سفر کرتے کرتے وہاں آ نکلا اور دیکھ کر ترس کھایا ۰ اور اُس کے پاس آیا اور اُس کے زخموں کو تیل اور مے لگا کر باندھا اور اپنے جانور پر سوار کر کے سرائے میں لے گیا اور اُس کی خبر گیری کی ۰ دُوسرے دِن دو دینار نکال کر بھٹیارے کو دیئے اور کہا۔ اس کی خبر گیری کرنا۔ اور جو کچھ اس سے زیادہ خرچ ہوگا میں پھر آ کر تجھے ادا کر دُوں گا ۰ ان تینوں میں سے اس شخص کا جو ڈاکوؤں میں گھِر گیا تھا تیری دانست میں کون پڑوسی ٹھیرا؟ ۰ اُس نے کہا وہ جس نے اُس پر رحم کیا۔ یسوع نے اُس سے کہا۔ جا۔ تو بھی ایسا ہی کر ۰

مسیح نے ایک عالم شرع کے سوال کے جواب میں یہ تمثیل کہی تھی۔

عالمِ شرع یا فریسی مسیح کو جال میں پھنسانا چاہتا تھا۔ وہ مسیح کے پاس آیا اور پوچھا کہ میں ہمیشہ کی زندگی کا وارث کس طرح بنوں۔ یہ فریسی اُن لوگوں میں سے تھا جو شریعت کی تفسیر کرتے اور اُس کا مطلب لوگوں کو سمجھاتے ہیں۔

مسیح کا جواب مکمل اور لاجواب تھا۔ جب اس فریسی کو کوئی اور بات نہ سُوجھی تو اُس نے مسیح سے پُوچھا کہ میرا پڑوسی کون ہے فریسی کے خیال میں اُس کے مذہب کے مُطابق پڑوسی سے مُراد صرف یہودی تھے۔ اس لئے کہ وہ سامریوں اور غیر یہودیوں کو اپنا پڑوسی نہیں سمجھتے تھے۔

اس تمثیل میں مسیح فریسی کی تنگ نظر کو وسیع اور اُس کے تنگ دل کو کُشادہ کرنا چاہتا ہے۔ تاکہ وہ دیکھ سکے کہ وہ خُدا جو سب کو پیار کرتا ہے۔ کس نظر سے دنیا کے لوگوں کو دیکھتا ہے۔

اس تمثیل میں مسیح یہودی عالموں اور اچھوتوں میں ایک صاف مقابلہ دکھاتا ہے۔ مذہبی رہنما آئے اور دامن سمیٹ کر پاس سے نکل گئے۔ اُن میں وہ ہمدردی اور روح نہ تھی جو پڑوسی میں ہونی چاہیئے۔ اُن کو اگر فکر تھا تو صرف اپنا۔ لیکن جب اچھوت سامری آیا۔ اُس نے کوئی حیلہ بہانہ نہ کیا بلکہ جو کچھ وہ کر سکا فوراً ہی اُس نے زخمی مُسافر کے لئے کیا۔ اُس نے مسافر کی ضرورت کو دیکھا اور اگرچہ وہ زخمی مُسافر اُس قوم سے تھا جس قوم کے لوگ اُس سے نفرت کرتے تھے اور ہو سکتا تھا کہ یہ زخمی مسافر تندرست ہو کر بعد میں کسی وقت اُسے تکلیف پہنچائے۔ تو بھی اس رحمدل سامری نے آؤ دیکھا نہ تاؤ فوراً خطرہ میں

پڑ کر اپنا وقت اور روپیہ اُس کی جان بچانے کے لئے خرچ کر دیا اب عالمِ شرع کو ماننا پڑا کہ یہ سامری اُس زخمی مسافر کا اصلی پڑوسی تھا نہ کہ وہ دو جو کہ یہودی شریعت کے مطابق تو پڑوسی تھے لیکن عمل میں پڑوسی نہ تھے۔

مسیح نے اِس تمثیل میں یہ تعلیم دی کہ ضرورت اس بات کا فیصلہ کرتی ہے کہ کون ہمارا پڑوسی ہے۔ یعنی جو شخص ہماری مدد کی ضرورت رکھتا ہے وہی ہمارا پڑوسی ہے۔ اگر ہم میں مسیح کا روح ہے تو ہم ہر ایک محتاج کو اپنا پڑوسی سمجھینگے خواہ وہ غیر دیس کا ہو۔ ہمارا مخالف ہو۔ اچھوت ہو۔ ہم سے ادنےٰ ہو۔ عمر میں بڑا ہو یا چھوٹا۔ دیکھنے کے لائق صرف یہی بات ہوتی ہے کہ آیا ہم اس حاجتمند کی مدد کر سکتے ہیں کہ نہیں۔

جس شخص میں پڑوسی ہونے کی رُوح اور خواہش ہے وہ کبھی یہ سوال نہیں پُوچھتا کہ میرا پڑوسی کون ہے۔ بلکہ وہ یہ سوال کرتا ہے کہ میں کس کے ساتھ دوستانہ اور پڑوسیانہ سلوک کر سکتا ہُوں۔ ایسے شخص کے دوستوں اور پڑوسیوں کا حلقہ تنگ نہیں ہوتا بلکہ بہت وسیع ہوتا ہے وہ یہ نہیں پُوچھتا کہ فلاں شخص کو کیا حق حاصل ہے کہ میں اُس کی مدد کروں بلکہ وہ یہ کہتا ہے کہ میں کس طرح ہم جنس انسان کی مُصیبت اور ضرورت کے وقت مدد کروں۔

چاہیئے کہ ہماری زندگیوں میں دوستانہ اور پڑوسیانہ ہمدردی اور الفت ہو۔

مسیح کی زندگی میں یہ ایک اُبھری ہُوئی بات تھی۔ چاہیئے کہ ہماری زندگی میں بھی ہو۔

اس دُنیا میں یہی صفت مسیحیت کی سب سے بڑی نشانی اور مسیح کی گواہ ہے۔ ہم اسی طرح خدمت کر کے ہی مسیح کی گواہی دے سکتے ہیں۔

جس کو میری مدد کی ضرورت ہے۔ وہی میرا پڑوسی ہے۔ یہ تمثیل بہت ہی مشہور ہے۔ لیکن اس تمثیل کی تعلیم پر بہت ہی کم عمل ہوتا ہے جب ہم کسی حاجتمند کو دیکھتے ہیں تو اپنے دل میں اکثر یہ سوال کرتے ہیں۔ کہ ہم کیوں اس کی مدد کریں۔ اور ہم اکثر یہ سمجھتے ہیں کہ سب سے پہلے اپنی قوم والوں کی مدد کرنا ہمارا فرض ہے۔ نیز ہم اکثر اُن کی مدد کرتے ہیں جن کی بابت ہمیں یقین ہوتا ہے کہ وقت پڑے پر وہ ہماری مدد کرینگے۔ جب سے ہمیں کبھی کوئی تکلیف پہنچی ہو یا جن سے ہمیں رنجش ہوتی ہے۔ ہم اُن کی مدد نہیں کرتے۔ ہم بعض دفعہ یہ بھی سوچتے ہیں کہ اِس یا اُس محتاج کی مدد کرنے سے ہمیں کیا فائدہ ہوگا اسی لئے جہاں ہمیں کچھ فائدہ نظر نہ آئے یا کچھ خسارہ معلوم دے ہم مدد نہیں کرتے۔ یہ مسیحی طبیعت نہیں ہے۔ مسیح نے اُن کے لئے دُعا کی جنہوں نے اُس کو صلیب پر لٹکایا۔ مسیح نے آدمیوں کے درجے قومیت خاندان اور علمیت کا خیال نہ کیا اُس نے صرف اُن کی ضرورتوں کو دیکھا اور اُن کی حاجت روائی کی۔ ہر ایماندار میں یہی طبیعت ہونی چاہئے وہ انسان جس کو میری اور میری مدد کی ضرورت ہے۔ میرا پڑوسی ہے جس طرح مسیح ساری دنیا کے لئے ہے۔ اُسی طرح اُس کا شاگرد بھی کل عالم کے واسطے ہے۔ مسیح کے بندے کو بغیر چون وچرا کے محتاجوں اور بے کسوں کی مدد اور خدمت کرنا چاہئے مسیح کی آخری نصیحت ہمارے واسطے یہ ہے کہ "جا اور تُو بھی ایسا ہی کر"۔

مُطالعہ کے لئے۔ یوحنا ۴: ۱-۱۱ = یہاں ہم دیکھتے ہیں کہ مسیح نے پڑوسی کو محبت کرنے کی تعلیم پر کس طرح عمل کیا۔ جب کسی کو مسیح کی مدد کی ضرورت ہوتی تھی۔ مسیح کبھی انکار نہیں کرتا تھا۔ نہ دریغ کرتا تھا۔ کوئی خواہ کسی قوم مذہب ملک یا فرقے کا ہو۔ مسیح ہر ایک کی مدد اور خدمت کر دیتا تھا۔ مسیح یہودی تھا لیکن غیر یہودی بھی اُس کو یہودیوں کی طرح پیارے تھے۔

لوقا ۷: ۱-۱۰ = یہ ایک ایسا واقعہ ہے جہاں خیال کیا جا سکتا تھا۔ کہ پڑوسیانہ محبت دکھانے میں کچھ عذر ہو سکتا ہے۔ یہ سردار اُن لوگوں میں سے تھا جو ملک کو فتح کر کے اب لوگوں پر حُکمرانی کر رہے تھے۔ گو یہ شخص خود اچھا تھا تو بھی دُشمنوں میں سے تھا اور اجنبی تھا۔ لیکن مسیح نے اس بات کی پرواہ نہ کی۔ اِس تمثیل میں اسی قسم کی طبیعت رکھنے اور دکھانے کی تعلیم دی گئی ہے۔

اعمال ۱۰: ۹-۱۸ = پطرس مسیح کے پاس رہا مسیح کی تعلیم سُنتا اور سیکھتا رہا لیکن وہ بھی اس تمثیل کے معنی اور مطلب کو پُورے طور پر نہ سمجھا۔ پس خدا نے اُس پر ایک خواب یا رویا کے وسیلے سے اس تمثیل کی تعلیم ظاہر کی۔ اس رویا میں اُسے وہ کام کرنے کو کہا گیا جو اُس کے مذہب کے اصولوں اور رسموں کے خلاف تھا۔ اس رویا سے چند روز پیشتر پطرس ایسی تعلیم پر عمل کرنے کے لئے بالکل تیار نہ تھا۔ یہ اُس کے لئے آسان بھی نہ تھا۔ لیکن یہ تعلیم سیکھنے کے بعد اُس نے فوراً اُس پر عمل کرنا بھی شروع کر دیا۔

اعمال ۲۲: ۱۷-۲۲ = یہاں پولوس بیان کرتا ہے کہ وہ کس طرح غیر قوموں کے پاس بھیجا گیا۔ پولوس ایک کٹر یہودی تھا اور غیر قوموں کی نجات کے بارے میں بے امید اور لاپرواہ تھا۔ لیکن جب یہ دستی کو

محبت کرنے کی تعلیم اُسے ملی تو اُس میں تبدیلی آگئی۔

یوناہ ۴:۱-۱۱ = یوناہ نبی کا واقعہ اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ یہودی فقط اپنی قوم سے ہمدردی رکھتے تھے۔ جب خدا نے نینوا کے لوگوں کو معاف کیا تو یوناہ کو رنج ہوا۔ اُس میں اس نیک سامری کی طبیعت نہ تھی۔ اُس کے نزدیک پڑوسی وہی تھے جو اُس کی ذات برادری۔ اُس کے شہر یا اُس کی قوم کے تھے۔ لیکن خدا نے اُسے دِکھایا کہ اُس کا خیال غلط تھا۔

متی ۵: ۴۳-۴۸ = یہاں مسیح صاف طور پر دکھاتا ہے کہ ہم جو خدا کی بادشاہت کے شہری (لوگ) ہیں۔ یہ ہمارا فرض بلکہ حق اور طبیعت ہے کہ ہم دشمنوں کو پیار کریں اور بُرا چاہنے والوں کا بھلا کریں اور اُن کے لئے دُعا کریں۔

کیا ہم نے کبھی اپنے آپ سے سوال کیا ہے کہ مجھ میں اور غیر مسیحیوں میں کیا فرق ہے۔ نیک سامری کی طبیعت رکھنے سے ہم میں فرق پیدا ہوگا۔

غور و بحث کے لئے سوالات

۱- کیا کوئی موقع ایسا یاد ہے جب تم حاجتمند کو چھوڑ کر آگے نکل گئے؟ تم نے کیوں ایسا کیا؟
لوگ عموماً کیوں ایسا کرتے ہیں؟

۲- ہم اپنے لئے یعنی خود غرضی کے لئے نہیں بلکہ اپنے ہم جنسوں اور پڑوسیوں کے لئے بنائے گئے ہیں!
کیا تم اس سے متفق ہو؟

۳- آج مسیحی ہندوستان میں نیک سامری کا سا کام کس طرح کر سکتے ہیں؟

دعا- اے خدا تو جو پاک ہے۔ تو جو سب کو پیار کرتا ہے اور سب کی خبر لیتا ہے۔ میں تیرا خاکسار اور خطا کار بندہ اقرار کرتا ہوں کہ مجھ میں خود

غرضی اور تنگ نظری ہے اور خیر خواہی کی بہت کمی ہے۔ میں نے انسانوں کی مدد خدمت اور بہتری کے کئی موقعے جان بوجھ کر کھو دئے اس لئے کہ اُن کی مدد اور خدمت میں مجھے کوئی ذاتی نفع نظر نہ آیا۔

اب اے رحیم باپ مجھے اپنا روح دے۔ مجھے مسیح کی طرح محبت کرنا سکھا کہ میں ہم جنسوں کے لئے صلیب اور برداشت کا رستہ اختیار کروں اور اُن کی خدمت اور بہتری کے لئے جو ضرور ہو کروں۔

مجھے مسیح کی سی طبیعت دے۔ جس نے کہا کہ میں خدمت لینے نہیں بلکہ خدمت کرنے آیا ہوں۔ بخش دے کہ خدمت اور خیر خواہی کا کام میری زندگی میں آج بلکہ ابھی شروع ہو۔ اُسی کا مبارک نام لے کر میں یہ عرض کرتا ہوں قبول فرما۔ آمین!

۱۲- بھیڑوں بکریوں کی تمثیل

متی ۲۵: ۳۱-۴۶ = جب ابن آدم اپنے جلال میں آئیگا اور سب فرشتے اُس کے ساتھ آئینگے تو اُس وقت وہ اپنے جلال کے تخت پر بیٹھیگا۔ اور سب قومیں اُس کے سامنے جمع کی جائینگی اور وہ ایک کو دُوسرے سے جُدا کریگا جیسے چرواہا بھیڑوں کو بکریوں سے جُدا کرتا ہے۔ اور بھیڑوں کو اپنے دہنے اور بکریوں کو بائیں کھڑا کریگا۔ اُس وقت بادشاہ اپنے دہنی طرف والوں سے کہیگا کہ آؤ۔ میرے باپ کے مبارک لوگو۔ جو بادشاہت بنائے عالم کے وقت سے تمہارے لئے تیار کی گئی ہے اُسے میراث میں لو کیونکہ میں بھوکا

تھا تم نے مجھے کھانا کھلایا۔ میں پیاسا تھا تم نے مجھے پانی پلایا۔
میں پردیسی تھا تم نے مجھے اپنے گھر میں اُتارا۔ ننگا تھا تم نے
مجھے کپڑا پہنایا۔ بیمار تھا تم نے میری خبر لی۔ قید میں تھا تم میرے
پاس آئے۔ ۵ تب راستباز جواب میں اُس سے کہینگے۔ اے خداوند
ہم نے کب تجھے بھُوکا دیکھ کر کھانا کھلایا۔ یا پیاسا دیکھ کر پانی پلایا؟
۵ ہم نے کب تجھے پردیسی دیکھ کر گھر میں اُتارا؟ یا ننگا دیکھ کر کپڑا
پہنایا؟ ۵ ہم کب تجھے بیمار یا قید میں دیکھ کر تیرے پاس آئے؟ ۵
بادشاہ جواب میں اُن سے کہیگا۔ میں تم سے سچ کہتا ہُوں چونکہ تم
نے میرے اُن سب چھوٹے بھائیوں میں سے کسی ایک کے ساتھ یہ
کیا اس لئے میرے ہی ساتھ کیا۔ ۵ پھر وہ بائیں طرف والوں سے
کہیگا اے ملعونو۔ میرے سامنے سے اُس ہمیشہ کی آگ میں چلے جاؤ
جو ابلیس اور اُس کے فرشتوں کے لئے تیار کی گئی ہے۔ ۵ کیونکہ میں
بھُوکا تھا تم نے مجھے کھانا نہ کھلایا۔ پیاسا تھا تم نے مجھے پانی نہ پلایا
۵ پردیسی تھا تم نے مجھے گھر میں نہ اُتارا۔ ننگا تھا تم نے مجھے کپڑا
نہ پہنایا۔ بیمار اور قید میں تھا تم نے میری خبر نہ لی۔ ۵ تب وہ بھی جواب
میں کہینگے۔ اے خداوند ہم نے کب تجھے بھُوکا یا پیاسا یا پردیسی یا
ننگا یا بیمار یا قید میں دیکھ کر تیری خدمت نہ کی؟ ۵ اُس وقت وہ
اُن سے جواب میں کہیگا میں تم سے سچ کہتا ہوں چونکہ تم نے ان سب
سے چھوٹوں میں سے کسی ایک کے ساتھ یہ نہ کیا۔ اس لئے میرے
ساتھ نہ کیا۔ ۵ اور یہ ہمیشہ کی سزا پائینگے۔ مگر راستباز ہمیشہ کی
زندگی۔

اس تمثیل میں مسیح ہمیں ایک تصویر دکھاتا ہے جس میں یہ بات واضح کی گئی
ہے کہ آدمی اور عورتوں کا کس طرح انصاف ہوتا ہے۔ اور کس انتظام سے
وہ بھیڑوں اور بکریوں کی طرح دو گروہوں میں بانٹے جاتے ہیں اُنہیں
عقیدے یا دینی اُصولوں کی بابت کوئی بات نہیں پُوچھی جاتی۔ اُن سے سوال
نہیں کیا جاتا کہ تم کس پر ایمان رکھتے ہو۔ اُن سے یہ بھی نہیں پُوچھا جاتا
کہ تم کس کلیسیا کے شریک ہو۔ تم کتنی دفعہ گرجے میں گئے اور لوگوں میں
تمہاری نسبت کیا خیال تھا۔ اُن کی آزمائش اُن کے کاموں سے ہوتی
ہے کہ آیا اُنہوں نے اپنے عقیدے اور ایمان کے مطابق کام بھی کئے
یا نہ کئے کیونکہ ہم جس بات پر ایمان رکھتے ہیں وہ ہماری زندگی کا حصہ
بن جاتی ہے اور ہم بغیر سوچے سمجھے اُس پر عمل کرتے ہیں۔ جب ہم اصولوں
پر عمل نہیں کرتے تو اس سے صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ ہم اُن پر ایمان
بھی نہیں رکھتے۔ اگر واقعی اُن اصولوں پر ہمارا ایمان ہو تو ہم ضرور بالضرور
اور خواہ مخواہ اُن کے مطابق عمل کرینگے۔

مسیح نے اکثر یہ بات بڑے زور سے کہی کہ اُس کے شاگرد پھلوں سے
پہچانے جائینگے۔ ہمارے دل کی حالت ہمارے کاموں سے جانی جاتی ہے۔
اس تمثیل میں انسانوں کے دو گروہ ہیں۔ ایک گروہ نے کچھ ایسے کام کئے
تھے جو دوسرے گروہ نے نہ کئے اُسی سے معلوم ہو گیا کہ اُن کا خدا کے
ساتھ اور بندوں کے ساتھ کیا تعلق اور سلوک تھا۔ جن کو بھیڑیں کہا گیا
ہے اُن کا تعلق انسانوں کے ساتھ صحیح تھا اور اُن کے دلوں میں خدا کی
بادشاہت تھی۔

لیکن دُوسرے گروہ کے لوگ جو اپنے کاموں میں مگن تھے اور جنہیں

دُوسروں کی پرواہ نہ تھی۔ خواہ وہ مریں یا جئیں اُن میں محبت اور دوستی
جو مسیحیوں کی خاص صفت ہیں نہیں تھیں اور اس سے معلوم ہو گیا کہ اُن
کے دلوں میں خدا کی بادشاہت بھی نہیں تھی۔ جہاں خدا کی بادشاہت
ہو وہاں خود غرضی کی بجائے محبت مروّت اور خیر خواہی ہو گی جس دل
میں خدا کی بادشاہت ہے وہ کبھی خدمت کے بڑے بڑے موقعوں کی
تلاش اور انتظار نہیں کرتا۔ وہ اپنی زندگی میں چھوٹے سے چھوٹے موقع
پر بھی ہلکی سے ہلکی خدمت کرنے کو تیار رہتا ہے اور جب وقت پڑتا ہے
تو وہ رہ نہیں سکتا۔ پیاسے کو ٹھنڈے پانی کا ایک پیالہ دینا کچھ مشکل نہیں
لیکن مسیح نے کہا کہ اگر تم میرے نام سے کسی کو ٹھنڈے پانی کا ایک پیالہ پلاؤ
گے تو اسی سے پہچانے جاؤ گے کہ تم میرے شاگرد ہو۔ جہاں خدا کی بادشاہت
ہے وہاں ایک طبیعت ہے۔ جو ہلکی سے ہلکی اور حقیر سے حقیر خدمت کو فخر
اور خوشی سے بلکہ ہنس کر قبول کرتی اور انجام دیتی ہے۔ اصلی محبت بڑے
بڑے کاموں میں نہیں بلکہ تمام موقعوں اور ادنے خدمتوں میں ظاہر
ہوتی ہے۔

خیال کرو اُس گروہ نے جس کو بھیڑوں کا گروہ کہا گیا ہے جو کچھ بھی
کیا انعام اجر اور شہرت کی غرض سے نہیں کیا۔ جب اُنہیں بتایا گیا کہ
وہ کیوں خدا کی بادشاہت کے لائق تھے۔ تو وہ حیران ہوئے اس لئے
کہ اُنہوں نے نیکی کے کام نیکی سمجھ کر کئے تھے۔ نا کہ اجر کی خاطر۔ اُنہوں نے
بہشت کی خاطر یہ کام نہیں کئے تھے۔ وہ بھوکوں پیاسوں بیماروں اور
محتاجوں پر مہربان تھے۔ کیونکہ اُنہوں نے سمجھا کہ ایسا کرنا انسانی طبیعت
کا خاصہ ہے۔ یوں انہوں نے ظاہر کیا کہ اُن میں دوستی نیکی اور خیر خواہی

کی روح تھی جو اُنہوں نے خدا سے حاصل کی تھی۔

اس تمثیل سے ایک اور نقطہ بھی حاصل ہوتا ہے وہ یہ کہ ہماری
آزمائش ہوتی ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ ہم آئندہ عدالت کا انتظار کریں
ہماری زندگی کی عدالت محبت کے قانون سے ہر روز ہوتی ہے۔ ہم اپنے
پھلوں سے پہچانے جاتے ہیں۔ اگر ہم اُن کی طرف سے جن کو ہماری
خدمت کی ضرورت ہے غافل رہیں اور اگر ہم خدمت اور رفاقت کے
ادنے موقعوں کو حقیر جانیں تو اِنہی سے ہم پرکھے جاتے ہیں۔

اس تمثیل میں بکریوں نے یعنی جس گروہ کو بکریاں کہا گیا ہے
اُس نے ظاہرہ کوئی قصور نہیں کیا تھا۔ ہاں اُن کا یہی قصور تھا
کہ اُنہوں نے کچھ بھی نہ کیا۔ اُن کی حالت اُس آدمی کی سی تھی
جس نے ایک توڑا لے کر زمین میں گاڑ دیا۔ اپنے ہم جنسوں کی خدمت
اور مدد کے بارے میں وہ بالکل لاپروا اور بیکار تھے۔ یہی وجہ
ہے کہ وہ رد کئے گئے۔ مسیحی زندگی بیکار نہیں بلکہ کام کی زندگی
ہونی چاہئے۔ بدی نہ کرنا کافی نہیں ہے۔ نیکی بھی کرنا چاہئے جس طرح
کہ مسیح نے کہا کہ جب آدمی میں سے بد رُوح نکل جاتی ہے تو اُس
کا دل خالی نہیں رہنا چاہئے۔ اُس میں پاک رُوح آنا چاہئے۔ اگر
پاک رُوح نہ آئے اور دل کچھ دیر کے لئے خالی پڑا رہے تو اس میں
ایک کی بجائے سات بد روحیں آتی ہیں۔

مطالعہ کے لئے:۔ متی ۲۱: ۲۸- ۳۱ = یہاں مسیح نے تعلیم دی ہے
کہ جو شخص محنتی اور خدمتگزار ہے وہی خدا کی بادشاہت کے لائق ہے
ان دو لڑکوں میں سے پہلا لڑکا نافرمان تھا۔ اُس نے باپ کا حکم نہ

سے انکار کر دیا۔ مگر بعد میں تبدیل ہو گیا۔ اور تابعداری کی۔ دُوسرا لڑکا باتوں سے گھر پُورا کرتا اور چکنی چُپڑی باتوں سے باپ کو خُوش کرتا تھا۔ ظاہرہ نافرمان نہ تھا۔ مگر وہ جو کچھ کہتا تھا اُس پر عمل نہیں کرتا تھا۔ خدا ہم سے لفظ نہیں بلکہ کام طلب کرتا ہے۔ چکنی چُپڑی باتیں کرنا اور ہاتھ پاؤں سے کچھ نہ کرنا فضول ہے۔

متی ۱۰: ۴۰-۴۲ = مسیح چھوٹی چھوٹی خدمتوں کی طرف دھیان دیتا ہے۔ یہ کہنا کہ ہمیں خدمت کا موقع نہیں ملتا درست نہیں۔ مسیح ہم سے وہی خدمت طلب کرتا ہے جو ہمارے بس میں ہو۔ اُس سے زیادہ نہیں۔ اگر ہم چھوٹے چھوٹے کاموں میں دیانتدار ہیں تو بڑے موقعوں پر بھی ضرور دیانتدار ثابت ہونگے۔

متی ۱۸: ۱-۶ = یہ بات غور کے لائق ہے کہ مسیح بچوں کو کس قدر پیار کرتا تھا۔ وہ دیکھتا ہے کہ ہم بچوں کو کس نظر سے دیکھتے ہیں یعنی محتاجوں اور غریبوں کے ساتھ ہمارا کیا سلوک ہے۔ ایسوں کے لئے چھوٹی سے چھوٹی خدمت بھی مسیح کی نظروں میں بڑی قدر رکھتی ہے۔

متی ۱۹: ۱۳-۱۵ = یہ اِس بات کی مثال ہے کہ مسیح بچوں سے کس طرح محبت رکھتا تھا۔ وہ ہمیشہ اُن کی طرف توجہ دینے کے لئے تیار تھا۔ خدا کی بادشاہت میں وہ لوگ شامل ہیں جو چھوٹے بچوں کی طرح ہیں۔ یعنی جو سادہ دل۔ محبت والے اور بھروسے کے لائق ہیں۔ مسیح چاہتا ہے کہ ہم چھوٹے بچے کی طرح ہر ایک شخص کو محبت اور عزت کی نگاہ سے دیکھیں۔ یہ سچ ہے کہ بعض دفعہ بڑی

خدمت کی نسبت چھوٹی خدمت کرنا مشکل ہوتا ہے۔

متی ۲۰: ۲۵-۲۹ = مسیح دُنیا کے لوگوں کی طرح بڑائی کی جانچ نہیں کرتا تھا۔ مسیح اُس آدمی کو بڑا نہیں کہتا تھا جس کا رتبہ بڑا ہو۔ جو مالدار ہو یا زیادہ رسوخ والا ہو۔ وہ اُس کو بڑا سمجھتا تھا جو خُوشی سے زیادہ خدمت کرے۔

یوحنا ۱۳: ۱-۱۵ = یہاں مسیح نے ایک نمونہ دیا ہے۔ شاگرد سمجھتے تھے کہ ادنےٰ خدمت سے ہم دُوسروں کی نظروں سے گر جائینگے۔ مسیح نے خود ادنےٰ خدمت کر کے اُن کو شرمندہ کیا۔ کوئی کام جس میں دوسروں کا بھلا ہو ادنےٰ نہیں۔ اگر مسیح چھوٹے چھوٹے کام کر سکتا تھا تو ہم کیوں نہیں کر سکتے؟ اور اگر ہم نہیں کر سکتے تو ہم مسیح کے امتحان میں پاس نہیں ہو سکتے۔

متی ۲۳: ۱-۱۲ = یہاں مسیح نے کہا ہے کہ خدا کی بادشاہت میں بڑائی کی پہچان خدمت سے ہونی چاہئے۔ ہم ایک ہی باپ کی اولاد ہیں۔ پس ہم برابر ہیں۔

غور و بحث کے لئے سوالات

۱- کہتے ہیں کہ یگانگت کا نہ ہونا دُنیا کی مصیبتوں کا باعث ہے کیا تمہارے خیال میں یہ بات درست ہے؟

۲- وہ کونسی بات ہے جو ہمیں چھوٹی چھوٹی خدمتوں سے جو مسیح کی نظروں میں قدر رکھتی ہیں روکتی ہے؟ ہم کس طرح اُس کا علاج کر سکتے ہیں؟

۳- مسیح نے اپنے آپ کو محتاجوں میں گنا ہے۔ کیا ہم میں یہ ہمدردی

کی رُوح ہے ؟ ہم کِس طرح یہ طبیعت پیدا کر سکتے ہیں ؟

دُعا ۔ اے بزرگ باپ تو جو اپنی مخلوقات کی خدمت کرتا ہے اور تھکتا نہیں ۔ تو جس نے اپنے بیٹے سے بھی گناہگاروں کی خدمت کروائی ۔ میں تیرے اُسی بیٹے کا واسطہ دے کر اِلتماس کرتا ہُوں کہ مجھے طاقت دے اور یہ بخش دے کہ وہ طاقت محتاجوں ۔ بے کس اور بے سہارہ لوگوں کی خدمت میں خرچ کروں ۔ خدمت گُزاری میں مجھے مسیح جیسا بنا ۔ مجھے برابری اور برادری کی طبیعت دے کہ میں تیری خدمت کروں اور انسانوں کا لائق خادم بنوں ۔

مسیح کی خاطر ۔ آمین

۱۳ ۔ دولتمند اور لعزر

لوقا ۱۶: ۱۹ ۔ ۳۱ = ایک دولتمند تھا جو ارغوانی اور مہین کپڑے پہنتا اور ہر روز خُوشی مناتا اور شان و شوکت سے رہتا تھا ۝ اور لعزر نام ایک غریب ناسُوروں سے بھرا ہُوا اُس کے دروازے پر ڈالا گیا تھا ۝ اُسے آرزُو تھی کہ دولتمند کی میز کے جُھوٹے سے اپنا پیٹ بھرے ۔ بلکہ کُتّے بھی آکر اُس کے ناسُور چاٹتے تھے ۝ اور ایسا ہوا کہ وہ غریب مر گیا اور فرشتوں نے اُسے لے جا کر ابراہیم کی گود میں رکھ دیا ۔ اور دولتمند بھی مؤا اور دفن ہوا ۝ اُس نے عالمِ ارواح کے درمیان عذاب میں مُبتلا ہو کر اپنی آنکھیں اُٹھائیں اور ابراہیم کو دُور سے دیکھا اور اُس کی گود میں لعزر کو ۝ اور اُس نے پُکار کر کہا کہ اے باپ ابراہیم مجھ پر رحم کر کے لعزر کو بھیج کہ اپنی اُنگلی کا سرا پانی میں بھگو کر میری زبان تر کرے ۔ کیونکہ میں اِس آگ میں تڑپتا ہُوں ۝ ابراہیم نے کہا ۔ بیٹا ۔ یاد کر کہ تُو اپنی زندگی میں اپنی اچھّی چیزیں لے چُکا اور اُسی طرح لعزر بُری چیزیں ۔ لیکن اب وہ یہاں تسلّی پاتا ہے اور تُو تڑپتا ہے ۝ اور ان سب باتوں کے سوا ہمارے تمہارے درمیان ایک بڑا گڑھا رکھا گیا ہے ایسا کہ جو یہاں سے تمہاری طرف پار جانا چاہیں نہ جا سکیں اور نہ لوگ اُدھر سے ہماری طرف وار آسکیں ۝ اُس نے

کہا۔ پس اے باپ۔ میں تیری منت کرتا ہوں کہ تو اُسے میرے
باپ کے گھر بھیج ۰ کیونکہ میرے پانچ بھائی ہیں۔ تاکہ وہ اُن
کے سامنے اِن باتوں کی گواہی دے۔ ایسا نہ ہو کہ وہ
بھی اِس عذاب کی جگہ میں آئیں ۰ ابراہیم نے اُس سے
کہا کہ اُن کے پاس موسےٰ اور انبیا تو ہیں۔ اُن کی سُنیں ۰
اُس نے کہا۔ نہیں اے باپ ابراہیم۔ ہاں اگر کوئی مُردوں
میں سے اُن کے پاس جائے تو وہ توبہ کرینگے ۰ اُس نے
اُس سے کہا کہ جب وہ موسےٰ اور نبیوں ہی کی نہیں سُنتے
تو اگر مُردوں میں سے کوئی جی اُٹھے تو اُس کی بھی نہ
مانینگے۔

اس تمثیل کے دو حصّے ہیں۔ پہلے حِصّے میں دولتمند اور اُس کے
مال۔ نوکر چاکروں اور عیش وعشرت کا ذکر ہے۔ اُس کے دروازے پر
ایک محتاج پڑا ہوا ہے۔ جس کے پاس دنیا کا مال بالکل نہیں۔ دولتمند
یہ نہیں سمجھتا کہ اُس کی دولت اُس کو خدا کی خدمت کا موقع دیتی ہے
وہ ہر روز محتاج لعزر کو اپنے دروازے پر دیکھتا ہے۔ اُس کے پاس
سے گُزر جاتا ہے۔ لیکن اپنی دولت سے اُس محتاج کی ضرورتیں پُوری کرنے
کا کبھی فکر نہیں کرتا۔

ممکن ہے کہ وہ ظالم نہیں تھا صرف لاپرواہ تھا۔ اُس نے کبھی
اُس محتاج کا خیال نہ کیا اور نہ یہ سوچا کہ وہ اس کے لئے کیا کچھ
کر سکتا ہے۔ اور اسی لاپرواہی کے سبب خدمت کا موقع کھو دیا۔
یہاں بھی وہی حالت ہے جو نیک سامری کی تمثیل میں تھی۔

دونوں میں نتیجہ ایک ہی ہے۔ جس طرح لیوی اور کاہن لاپرواہی سے زخمی
مُسافر کے پاس سے گُزر گئے۔ اسی طرح یہ دولتمند اُس محتاج کے پاس
سے گُزر جاتا تھا۔ جو اُس کے دروازے پر پڑا تھا۔ سبب یہ تھا کہ اُس
کا تعلق ہم جنس انسانوں کے ساتھ درست نہ تھا۔ اُس میں دوستی
اور رفاقت کا شوق نہیں تھا اور نہ ہی ہمدردی تھی۔ کیونکہ وہ اپنی دولت
کے نشے میں تھا۔ اُسے صرف دُنیاوی چیزوں کا شوق تھا۔ دولت
کا یہی خطرہ ہے۔ دولت ایک اچھا خادم ہے۔ لیکن سخت اور نالائق
آقا ہے۔

ایسی آزمائش صرف دولتمندوں پر ہی نہیں آتی۔ ہر ایک پر
آتی ہے۔ ہم سب دولت کے نشے میں مست ہو کر روحانی باتوں کو
بھُول جاتے ہیں۔ جب ایسی آزمائش ہم پر غالب آتی ہے۔ تو ہم
دُوسروں سے ہمدردی اور دوستی نہیں رکھ سکتے۔ اگر ہمارے پاس
دولت نہ ہو تو کم از کم ہمارے پاس وقت۔ لیاقت اور اور کئی چیزیں
ہوتی ہیں۔ جن کو ہم دُوسروں کی خدمت کے لئے استعمال کر سکتے
ہیں۔ جو کچھ ہمارے پاس ہے اگر ہم اُسے اپنے ہی شوق اور فائدے
کے لئے استعمال کرنے میں مگن ہیں تو ہم اس امیر آدمی کی طرح ہیں۔ ہم
دُوسروں کو بھُول جاتے ہیں۔

تمثیل کے دُوسرے حِصّے میں دولتمند اور لعزر کی حالت بالکل
بدلی ہُوئی ہے۔ ہماری آنے والی زندگی کی حالت ہماری اسی زندگی
سے بنتی ہے۔ دولتمند نے اسی زندگی کے بیج کی فصل دوسری زندگی
میں کاٹی ہے۔

اس تمثیل میں دوسری دُنیا کی بابت تعلیم نہیں دی گئی - بلکہ صرف ایک اصول دکھایا گیا ہے اور وہ اصول یہ ہے کہ جو کچھ ہم اس دُنیا میں کرتے ہیں - اُسی سے ہماری آئندہ زندگی کی حالت بنیگی - اِس تمثیل میں یہ نہیں سکھایا گیا کہ تمام امیر لوگ دوزخ میں جائینگے اور غریب بہشت میں - بلکہ یہ سکھایا گیا ہے کہ جو کچھ بھی خدا نے دیا ہے - اگر ہم اُسے دوسروں کی خدمت کے لئے استعمال نہیں کرتے تو آنے والی زندگی میں ہم خدا کے ساتھ نہیں رہ سکینگے -

اس تمثیل میں یہی سبق ہے کہ جو تحفے اور انعام خدا نے ہمیں دیئے ہیں چاہے دولت ہو - وقت ہو - لیاقت ہو - عزت ہو - جو کچھ بھی ہو - چاہئے کہ ہم اُسے دیانتداری اور ہمدردی سے دُوسروں کی خدمت کے لئے خرچ کریں - خُدا کی بادشاہت دوستی اور رفاقت کی بادشاہت ہے -

مطالعہ کے لئے متی ۶: ۱۹-۲۳ =

یہاں مسیح دکھاتا ہے کہ روپیہ پیسہ خدا کی بادشاہت کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں - یہ ہو نہیں سکتا کہ کوئی آدمی دولت کا نشہ رکھتے ہُوئے انسانوں کی خدمت کر سکے -

متی ۱۶: ۲۴-۲۶ = اگر مسیح کے مطلب کو سمجھ لیں تو رکاوٹوں کو جو خدمت سے روکتی ہیں آسانی سے روک سکتے ہیں -

کیا ہم مسیح کی تعلیم کو سمجھتے اور مانتے ہیں - شاید ہم جواب دینگے کہ ہاں - اگر ہم مانتے ہیں تو ہم کیوں اُس کے مطابق زندگی نہیں گزارتے؟

متی ۱۹: ۱۶-۲۲ = یہ اُس آدمی کا ذکر ہے جو اپنے مال میں مگن تھا - لیکن اُس کا مال کسی فائدے کا نہیں تھا - اپنے مال کو اپنی ترقی کے لئے استعمال کرنے کی بجائے وہ مال کا غلام بن گیا - معلوم ہوتا ہے کہ اُس میں روحانی باتوں کا شوق تھا - لیکن مال اور دولت کی محبت نے جھاڑیوں کی طرح اُس شوق کو دبا لیا -

کیا یہ سچ نہیں ہے کہ ہم مسیح کی اتنی ہی خدمت کرتے ہیں جو ہمارے شوق اور ہماری دلچسپیوں میں رکاوٹ پیدا نہ کرے -

غور و بحث کے لئے سوالات

۱- کیا دولت کی آزمائش صرف امیر لوگوں پر آتی ہے یا سب پر آتی ہے؟ دولت کا اصلی خطرہ کیا ہے؟

۲- ہم کس طرح دولتمند آدمی کی مانند ہیں؟ اس کا کیا علاج ہے؟

۳- اس تمثیل کی تعلیم کا توڑوں کی تمثیل سے مقابلہ کرو -

دُعا - اے مہربان باپ تیرا شکر ہے کہ تُو نے زندگی اور تندرستی دی ہے - اور اس زندگی کی خُوشی کے لئے میری ضرورت کے موافق دنیا کا مال بھی دیا ہے - تیرا شکر ہے اے خداوند کہ آئندہ زندگی کی تیاری کے لئے اس زندگی میں تو موقع دیتا ہے -

اے خدا میں اقرار کرتا ہوں کہ میں نے بہت سے موقعے کھو دیئے ہیں - دوستوں - محتاجوں - جاہلوں اور مسیح کو نہ جاننے والوں کی خدمت کے کئی موقعے آئے مگر میں نے لا پروائی سے کھو دیئے -

ایمانداروں کے ساتھ دوستی اور رفاقت کے کئی موقعے آئے
وہ بھی میری غفلت سے جاتے رہے۔

اب اے رحیم باپ میں سنجیدگی اور خاکساری سے درخواست
کرتا ہوں کہ مجھے پاک رُوح عطا کر جس سے میں تیری باتوں کو
سمجھوں۔ تیرے کلام کو جانُوں اور اس زندگی میں غفلت سے بچ کر
تیری مرضی پُوری کروں۔ مجھے خطروں سے بچا اور آزمائشوں میں
کامیاب بنا۔

مسیح کی خاطر آمین۔

۱۴۔ نادان دولتمند

لوقا ۱۲: ۱۶-۲۱ = اور اُس نے اُن سے ایک تمثیل کہی کہ
کسی دولتمند کی زمین میں بڑی فصل ہوئی ۰ پس وہ اپنے
دل میں سوچ کر کہنے لگا کہ میں کیا کروں۔ کہ میرے ہاں
جگہ نہیں جہاں اپنی پیداوار بھر رکھوں؟ ۰ اُس نے کہا میں
یہ کرونگا۔ اپنی کوٹھیاں ڈھا کر اُن سے بڑی بناؤنگا۔ اور
اُن میں اپنا سارا اناج اور مال بھر رکھونگا۔ اور اپنی
جان سے کہونگا کہ اے جان۔ تیرے پاس بہت برسوں
کے لئے بہت سا مال جمع ہے۔ چین کر۔ کھا۔ پی۔ خوش
رہ ۰ مگر خدا نے اُس سے کہا۔ اے نادان۔ اسی رات
تیری جان تجھ سے طلب کر لی جائیگی۔ پس جو تُو نے تیار کیا

ہے وہ کس کا ہوگا؟ ۰ ایسا ہی وہ شخص ہے جو اپنے لئے
خزانہ جمع کرتا ہے اور خدا کے نزدیک دولتمند نہیں +

ایک آدمی مسیح کے پاس گیا اور کہا کہ میرے اور میرے بھائی کے
درمیان جائداد کا جھگڑا ہے اُس کا فیصلہ کر دے۔ مسیح نے انکار کیا
اور اُس شخص کو اور تمام سننے والوں کو کہا کہ لالچ سے خبردار رہو۔ تب
اُس نے اُنہیں یہ تمثیل سُنائی۔ یہ تمثیل لالچ سے خبردار کرتی ہے۔ مسیح
نے ایک دفعہ کہا تھا کہ جہاں تمہارا خزانہ ہے وہاں تمہارا دل بھی ہوگا۔
اب اس آدمی کا دل دنیا کے مال میں تھا۔ اور اُس کے دل میں بھائی
کے خلاف لالچ بھی تھا۔ اس شخص نے اپنی باتوں میں کئی دفعہ لفظ
"میرا۔ میرے اور میں" استعمال کیا ہے۔ مثلاً اپنی پیداوار۔ میرا مال
میری جان۔ میرے کھتے وغیرہ۔

یہ شخص بہت ہی خودغرض تھا۔ اُس نے دُوسروں کا بالکل فکر
نہ کیا۔ خدا کی بھی پرواہ نہ کی۔ اُس کو اپنا اور اپنی دلچسپیوں کا خیال
تھا۔ غرضیکہ اس شخص کا تعلق اپنے ہم جنسوں کے ساتھ بہت ہی کمزور
تھا۔ ایک صُورت میں اُس کا ہم جنسوں کے ساتھ کوئی تعلق تھا ہی نہیں
کسی سے دوستی نہ تھی اور نہ وہ کسی کی مدد کے لئے تیار تھا۔ وہ پہلی
تمثیل کے دولتمند کی طرح لاپرواہ نہ تھا۔ وہ اپنے خیالوں میں اسقدر
محو تھا کہ دوسروں کے بارے میں سوچنے کا موقع تک نہ ملا۔

یہ شخص اپنی کمزوری سے واقف نہ تھا۔ وہ سمجھتا تھا کہ اُس کی
زندگی محفوظ ہے اور اس کو کسی کی پرواہ نہیں۔ اُس کا بھروسہ ایسی
چیز پر تھا جو ہر موقع پر اور ہر معاملے میں اُس کو مدد نہیں دے سکتی

نفی - اب اُس کو معلوم ہو گیا کہ مفید زندگی اور خوشی کی زندگی کا دارو
مدار دنیا کے مال پر نہیں -

اس شخص نے یہ سوچا کہ وہ اپنے مال کو جب چاہے اور جس طرح چاہے
استعمال کر سکتا ہے - انسانوں میں یہ خیال عام ہے - مگر ہمیں یاد رکھنا
چاہئے کہ ہر ایک چیز ہمیں خدا سے ملی ہے - اُن کے استعمال میں خدا کی
مرضی اور صلاح ضرور ہونی چاہئے - اگر خدا ہمیں طاقت - عقل - وقت
اور باقی سہولتیں نہ دے تو ہم کچھ نہیں کر سکتے - مال کے استعمال میں
اُس حقیقی مالک کا ضرور خیال رکھنا چاہئے - محنت کرنے اور کمانے میں دوسرے
انسانوں کی مدد اور شراکت ہمارے ساتھ ہوتی ہے - پس اپنے مال
میں کسی حد تک اُن کو بھی شریک سمجھنا چاہئے - اگر ہم اپنے علم سے روپیہ
کماتے ہیں تو ہمیں یاد رکھنا چاہئے کہ سکول نے جس میں ہم نے تعلیم
پائی اور والدین نے اور کئی مہربانوں نے لیاقت پیدا کرنے میں
ہماری مدد کی ہے - اسی طرح ہر ایک چیز جو ہمارے پاس ہے - دُوسروں
کی مدد سے حاصل ہُوئی ہے -

اس تمثیل سے ہم یہ سیکھتے ہیں کہ ہمارا مال ہماری ہستی کا حصہ نہیں
ہے بلکہ صرف ہماری زندگی کی ترقی اور خوشی کی چیزیں ہیں - وہ مال جو
موت کے بعد بھی ہمارے ساتھ رہتا ہے کچھ اور ہی چیز ہے - اصلی چیز
ہماری سیرت یا ہمارا چال چلن ہے اور دنیا کا مال صرف سیرت اور
چال چلن بننے اور بنانے میں مدد دیتا ہے - اس آدمی نے اس نکتہ کو
نہیں سمجھا تھا - یہی سبب ہے کہ جب دنیا کا مال اُسے چھوڑنا پڑا تو
اُس کے پلے کچھ بھی نہ رہا - لالچ کا سب سے بڑا خطرہ یہی ہے - یہ ہماری

سیرت یا اخلاق کی ترقی کو روکتا ہے - یہ ہمیں اصلی چیزوں سے روک
کر نقلی چیزوں کی طرف لگاتا ہے -

مطالعہ کے لئے - لوقا ۱۲: ۳۱-۳۴ =

اگر ہمارے دل میں خدا کی بادشاہت کا خیال اول جگہ رکھتا ہے
تو ہم باقی چیزوں کی صحیح قدر سمجھنے میں بھی غلطی نہ کرینگے - مسیح نے درست
کہا ہے کہ "جہاں تمہارا مال ہے وہاں تمہارا دل بھی لگا رہیگا -

متی ۶: ۲۲-۳۰ = اِس نادان نے خدا کا بالکل خیال نہ کیا - مسیح
کہتا ہے کہ وہ جو بادشاہت میں آگئے ہیں وہ روپے پیسے اور مال کو
اوّل جگہ نہیں دیتے - ایسی زندگی کے لئے مضبوط اور زندہ ایمان کی
ضرورت ہے -

زبور ۳۹: ۶ = ایک صاحب اس آیت کا ترجمہ یوں کرتے ہیں
"آدمی صرف ایک وہم اور خیال میں چلتا پھرتا ہے - وہ یونہی شور کرتا
ہے - وہ جمع کرتا ہے - اور جانتا نہیں کہ کون اسے سنبھالیگا" کیا یہ سچ
نہیں ہے کہ ہماری بہت سی کوششیں اور شور بے فائدہ ہوتے
ہیں - ہماری بہت سی کوششوں کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ نہ ہمیں فائدہ
ہوتا ہے اور نہ ہی کسی اور کو -

یعقوب ۵: ۱-۶ = اس میں دکھایا گیا ہے کہ دولت کا شوق انسان
کو کس طرح برباد کر سکتا ہے - ایسے شخص بہت ہی بدنصیب ہوتے
ہیں - دنیا کے مال کا شوق اُن سے بے انصافی اور جرم کرواتا ہے -
ہمیں دُنیا کے مال کے فکر میں زندگی کا اصلی مقصد بھولنا نہیں
چاہئے -

غور و بحث کے لئے سوالات

١- فرض کرو کہ تمہارا مال تم سے لے لیا جائے جیسا کہ ایک روز ضرور ہوگا تو کیا اُس کے بعد تمہارے پاس اصلی اور ضروری چیزیں ہونگی یا نہیں؟

٢- نادان دولتمند کو فکر تھا کہ میں اپنا مال کہاں جمع کرونگا - کیا تم اس کا صحیح جواب دے سکتے ہو؟

٣- کیا تم اِن کہاوتوں سے متفق ہو؟

(ا) جو میں نے بچایا وہ کھویا - جو میں نے خرچ کیا وہ جمع کیا اور جو میں نے دیا وہ پایا -

(ب) اپنی زندگی گزارنے کے لئے اپنے ہی وجود اور ہستی کو کافی سمجھنا بدبختی ہے -

دُعا - اے خدا ہمارے آسمانی باپ تیرا شکر ہے - کہ تو جو زمین اور آسمان کا مالک اور زندگی کا سرچشمہ ہے تو نے مجھے زندگی دی ہے اور زندگی کی روزانہ ضرورتوں کے لئے میری حاجتوں کے مطابق دنیا کا مال بھی عطا کیا ہے - بخش دے اے خداوند کہ میں دنیاوی اور روحانی معاملات کو سمجھ سکوں اور ان کا فرق پہچان سکوں - مجھے بینائی دے جو دنیا کی چیزوں کو نہیں بلکہ عالم بالا کی چیزوں کو دیکھ سکے - مجھے وہ دل دے جو دنیا کے مال پر نہ للچائے - بلکہ رُوحانی چیزوں کی خواہش رکھے - ازلی حقیقتوں یعنی سچائی اور محبت کی پیروی کرے - جن کے لئے تو نے اپنا پیارا بیٹا قربان کیا - یہ بھی بخش دے کہ میں دُنیا کا اطمینان نہیں بلکہ تیرا اطمینان حاصل کروں اور جو قیصر کا ہے قیصر کو

اور جو خدا کا ہے خدا کو ادا کروں - مَیں اُس مال سے جو تو نے مجھے عطا کیا ہے وہ دوست پیدا کروں جو مجھے ابدی مکانوں میں جگہ دینگے - جہاں حقیقی اور ابدی اطمینان ہے -

مسیح کی خاطر - آمین

١٥- بے رحم نوکر

متی ١٨: ٢٣-٣٥ = پس آسمان کی بادشاہت اُس بادشاہ کی مانند ہے جس نے اپنے نوکروں سے حساب لینا چاہا ٥ اور جب حساب لینے لگا تو اُس کے سامنے ایک قرضدار حاضر کیا گیا جسے دس ہزار توڑے دینے تھے ٥ مگر چونکہ اُس کے پاس کچھ ادا کرنے کو نہ تھا اس لئے اُس کے مالک نے حکم دیا کہ یہ اور اُس کی جورو بچے اور جو کچھ اس کا ہے سب بیچا جائے اور قرض وصول کر لیا جائے ٥ پس نوکر نے گر کر اُسے سجدہ کیا اور کہا - اے خداوند مجھے مہلت دے - تو میں تیرا سارا قرض ادا کرونگا ٥ اُس نوکر کے مالک نے ترس کھا کر اُسے چھوڑ دیا اور اُس کا قرض بخش دیا ٥ جب وہ نوکر باہر نِکلا تو اُس کے ہم خدمتوں میں سے ایک اُس کو ملا جس پر اُس کے سو دینار آتے تھے - اُس نے اُس کو پکڑ کر اُس کا گلا گھونٹا اور کہا کہ جو میرا آتا ہے ادا کر دے ٥ پس اُس کے ہم خدمت نے اُس کے سامنے گر کر اُس کی منت کی

اور کہا۔ مجھے مہلت دے۔ میں تجھے ادا کر دونگا ۰ اُس نے نہ
مانا۔ بلکہ جاکر اُسے قید خانے میں ڈال دیا کہ جب تک قرض ادا
نہ کردے قید رہے ۰ پس اُس کے ہم خدمت یہ حال دیکھ کر
بہت غمگین ہوئے اور آکر اپنے مالک کو سارا احوال سُنا دیا
۰ اس پر اُس کے مالک نے اُس کو پاس بُلا کر اُس سے کہا
اے شریر نوکر۔ میں نے وہ سارا قرض تجھے اس لئے بخش دیا
کہ تو نے میری منت کی تھی ۰ کیا تجھے لازم نہ تھا کہ جیسا میں
نے تجھ پر رحم کیا تو بھی اپنے ہم خدمت پر رحم کرتا ؟ ۰ اور
اُس مالک نے غصے ہو کر اُس کو جلادوں کے حوالے کیا۔ کہ
جب تک تمام قرض ادا نہ کردے قید رہے ۰ اسی طرح تمہارے
ساتھ میرا آسمانی باپ بھی کریگا۔ اگر تم میں سے ہر ایک اپنے
بھائی کو دل سے معاف نہ کرے +

یہ تمثیل کہنے کی ضرورت یوں پڑی کہ پطرس نے سوال کیا کہ بھائی
کو کتنی دفعہ معاف کرنا چاہیے۔ پطرس کا خیال تھا کہ سات بار معاف
کرنا کافی ہوتا ہے۔ مسیح کا جواب یہ تھا کہ معافی کی کوئی حد نہیں۔ جواب
کی تشریح کے لئے مسیح نے یہ تمثیل کہی۔

اس تمثیل میں مسیح نے ایک شخص کا اپنے ہم جنس کے ساتھ ناقص
اور غلط قسم کا تعلق دکھایا ہے۔ ایک آدمی جس کو بہت سا قرض
معاف کر دیا گیا تھا۔ اُس نے اپنے غریب بھائی کو ایک ادنے سی
رقم معاف کرنے سے انکار کر دیا۔ اُس میں صحیح قسم کی دوستی کی
روح نہ تھی۔ نہ ہی رفاقت کا جذبہ تھا۔ مسیحی زندگی میں اس کے

بغیر گذارہ نہیں۔

حقیقت میں پہلے آدمی نے اپنے مالک کی معافی کو منظور نہ کیا تھا یہی سبب ہے کہ
اُس نے اپنے مقروض کے ساتھ ایسا سلوک کیا۔ کیا ہم بھی اکثر ایسا ہی کرتے ہیں ؟
معافی میں دو فریق ہوتے ہیں معاف کرنے والا اور معافی پانے والا دونو کے بغیر
معافی ہو ہی نہیں سکتی۔ خدا ہمیشہ ہمیں معاف کرنے کے لئے تیار ہے۔ لیکن جب تک ہم
تیار نہ ہوں اور اس کی معافی قبول نہ کریں وہ ہمیں معاف نہیں کر سکتا۔ معافی سے یہ
مطلب نہیں کہ ہمارے قصور معاف ہو گئے اور ہم پھر کچھ خیال ہی نہ کریں کہ گویا کچھ
ہُوا ہی نہیں۔ خدا کی معافی ہم میں تحریک پیدا کرتی ہے اور ہمیں طاقت عطا کرتی
ہے۔ اگر ہم سچے دل سے خدا کی معافی قبول کریں تو ہم میں تبدیلی آئیگی۔ ہم جنسوں کے
ساتھ ہمارے تعلقات نئے ہو جائینگے اور ہم انہیں ستر کے سات بار معاف کرنے میں دریغ
نہیں کرینگے۔

مسیح اس تمثیل میں یہ نہیں سکھاتا کہ ہم جنسوں کو معاف کرنا خدا کی معافی کی شرط ہے
خدا اس قسم کے سودے نہیں کرتا۔ مسیح یہ سکھاتا ہے کہ اگر خدا نے ہمیں معاف کیا ہے۔ یعنی
اگر ہم نے اُس کی معافی قبول کر لی ہے تو ہم میں خواہ مخواہ دوسروں کو معاف کرنے کی
طبیعت پیدا ہوگی۔ ہم معاف کئے بغیر نہیں رہ سکینگے۔ ہم میں معافی کی عادت نہیں بلکہ طبیعت
پیدا ہوگی۔ عادت اور طبیعت میں بہت فرق ہے۔ انسان حُقّہ پیتا ہے یہ اُس کی عادت
ہے۔ مگر روٹی کھانا اور پانی پینا انسان کی عادت نہیں بلکہ طبیعت ہے۔ عادت بن
سکتی ہے اور پھر چھوٹ بھی سکتی ہے لیکن طبیعت دائمی ہے۔

اس تمثیل کے پہلے شخص نے معافی قبول نہ کی صرف معافی کا مالی فائدہ قبول کیا
اُس نے مالک کی طبیعت قبول نہ کی اور جب اُس نے اپنے مقروض کو معاف کرنے
سے انکار کیا تو اُس کی طبیعت کا صاف صاف پتہ لگ گیا۔ اُس میں توبہ کی روح

نہیں تھی۔ معافی ایک رُوحانی عمل ہے اور دُوسروں کو معاف نہ کرنا اس امر کا ثبوت ہے کہ ہم نے خدا کی بیش قیمت بخشش یعنی معافی قبول نہیں کی۔ چھوٹے بڑے تمام معاملات میں معافی کا اصول ایک ہی ہے۔ بعض اوقات ہم بڑے بڑے جُرم آسانی سے معاف کر دیتے ہیں۔ لیکن چھوٹی چھوٹی غلطیوں اور نقصانوں کا بدلہ لیتے ہیں۔ اسی سے ہماری رُوحانی حالت جانچی جاتی ہے۔ اگر ہم دُوسروں کو معاف نہ کرنا چاہیں۔ دل میں غصہ اور کدورت رکھیں۔ دُوسروں کے متعلق من گھڑت قصے اور غلط بیانات مشہور کریں۔ چھوٹے چھوٹے قصور اور عیب بڑھا کر بیان کریں تو ہمیں مان لینا چاہیئے کہ خدا کی معافی کی رُوح ہم میں کام نہیں کر رہی۔ ہماری روحانی حالت خطرے میں ہے اور ہم نے معافی کو مُطلقاً نہیں سمجھا۔

خدا کی معافی ہمیں معاف کرنے والا بناتی ہے۔ ہماری معافی دوسروں کو معاف کرنے والا بناتی ہے۔ خدا نیک صفات اور الٰہی عادات اسی طرح سکھاتا اور پھیلاتا ہے وہ جو ایسا نہیں کرتے نہ خود خدا کی بادشاہت میں داخل ہوتے ہیں نہ دوسروں کو داخل ہونے دیتے ہیں اور خدا کی بادشاہت کے آنے اور اس کی پاک مرضی کو زمین پر پُورا ہونے سے روکتے ہیں۔ دیکھئے دوستی اور رفاقت اور معافی کس طرح چُپکے چُپکے خمیر کی طرح خدا کی بادشاہت زمین پر لاتی ہے۔

مطالعہ کے لئے ۲۔ کرنتھیوں ۲: ۶-۸ = پولوس کرنتس والوں کو کہتا ہے کہ معافی میں صحت اور شفا کا اثر ہے۔ معافی کی طبیعت غلطیاں اور قصور کرنے والوں کو صحیح راہ پر لاتی ہے اور نا امیدی کا مقابلہ کرتی ہے۔ خدا کی معافی کا ہم پر اور ہماری معافی کا دوسروں پر بھی اثر ہوتا ہے۔

متی ۶: ۱۵ = دعائے ربّانی میں مسیح نے سکھایا ہے کہ ہم خدا سے معافی کی درخواست کریں اور جب وہ ہمیں معاف کرے تو اُس کی معافی قبول

قبول کر کے دوسروں کو اسی طرح معاف کریں جس طرح خدا نے ہمیں معاف کیا۔ جب ہم دعا کرتے ہیں تو کیا اسی خیال سے کرتے ہیں؟

کلسیوں ۳: ۱۲-۱۵ = معاف کرنے کے لئے ہمیشہ تیار رہنا اس امر کا ثبوت ہے کہ ہم میں مسیح کا رُوح ہے اور ہم دُوسروں کے ساتھ وہی مہربانی اور رفاقت برت سکتے ہیں جو اُس نے ہمارے ساتھ برتی۔

مرقس ۱۱: ۲۴-۲۶ = اگر ہم میں معافی کی طبیعت نہ ہو تو خدا ہمیں معاف نہیں کر سکتا جب تک ہم اُس کی معافی قبول کرنے کو تیار نہ ہوں وہ ہمیں معاف نہیں کر سکتا۔ دوسروں کو معاف نہ کرنا ظاہر کرتا ہے کہ ہم نے خدا کی معافی قبول نہیں کی۔

غور و بحث کے لئے سوالات

۱۔ اگر ہم دوسروں کو معاف کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں تو کیا ہم اے باپ کہہ کر دعا کر سکتے ہیں؟

۲۔ کیا اوروں کو چھوٹی چھوٹی خطاؤں کے لئے معاف کرنا ہمارے لئے مُشکل ہے؟

کیوں؟

اِس کا کیا علاج ہے؟

۳۔ کیا معافی سے مُراد صرف سزا سے بچنا ہے؟

دُعا۔

اے مہربان آسمانی باپ میں تیرا خطا کار بندہ تیرا شکر گزار ہُوں کہ تو میری خطائیں دیکھتا ہے مگر اپنی رحمت اور شفقت کو

مجھ پہ جاری رکھتا ہے۔ میں تیری حکم عدولی کرتا ہوں۔ تیری مخلوقات کے ساتھ صحیح تعلقات نہیں رکھتا اور انسانوں کو حقیر جانتا ہوں۔ مگر شکر ہے کہ تو جو سب کچھ دیکھتا ہے چشم پوشی کرتا ہے۔ معاف کرتا ہے اور مجھے زندگی کی راہوں کو بہتر بنانے کا موقع دیتا ہے۔

اَے خدا مجھے معافی کی طبیعت عطا کر۔ معافی کے بارے میں مجھے یسوع مسیح جیسا بنا۔ جس نے صلیب پر دشمنوں کی معافی کی درخواست کی اور اس کی درخواست منظور ہوئی۔ جس نے گنہگاروں کو معاف کیا اور خطاکاروں سے محبت رکھی۔

اَے خدا باہمی نفرت عداوت اور حسد نے شخصی اور جماعتی زندگی کو نقصان پہنچایا ہے۔ تو دل کی صفائی۔ اخلاقی صحت اور رُوح کی معموری عطا کر۔ مجھے رفاقت اور یگانگت کی رُوح دے مجھ پر رحم کر مسیح کی خاطر۔ آمین +

